اِنَّا اَنۡزَلۡنٰهُ فِیۡ لَیۡلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ

احکامِ شبِ برأت وشبِ قدر

افادات

حکیم الامت حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانویؒ

انتخاب وترتیب

محمد زید مظاہری ندوی

استاذ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

ناشر

ادارہ افادات اشرفیہ دوبگا ہردوئی روڈ ،لکھنؤ

تفصیلات

نام کتاب	احکام شب برأت وشب قدر
افادات	حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ
مرتب	محمد زید مظاہری ندوی
صفحات	۷۲
اشاعت چہارم	۱۴۳۱ھ
قیمت	50/-
کمپوزنگ	سراج الدین
ویب سائٹ	www.alislahonline.com

ملنے کے پتے

☆ دیوبندوسہارنپور کے جملہ کتب خانے

☆ مکتبہ ندویہ ندوۃ العلماء لکھنؤ، فون نمبر

☆ مکتبہ رحمانیہ ہتورا، باندہ، پن کوڈ: ۲۱۰۰۱

☆ مکتبہ الفرقان نظیر آباد لکھنؤ

☆ مکتبہ اشرفیہ ۳۶، محمد علی روڈ بمبئی ۹

فہرست

باب ۱

رائے عالی

عارف باللہ حضرت مولانا سید صدیق احمد صاحب باندوی رحمۃ اللہ علیہ
بانی جامعه عربیه هتورا بانده (یوپی)

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم

حکیم الامت حضرت مولانا ومقتدانا الشاہ اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں بزمانہ طالب علمی اکابر امت نے اس کا اندازہ لگالیا تھا کہ آگے چل کر مسندارشاد پر متمکن ہوکر مرجع خلائق ہوں گےاور ہر عام وخاص ان کے فیوض وبرکات سے متمتع ہوں گے۔ چنانچہ حضرت اقدس کے کارہائے نمایاں نے اساطین امت کے اس خیال کی تصدیق کی، کہنےوالے نے سچ کہا ہے۔"قلندر ہر چہ گوید دیدہ گوید"

خداوندقدوس نے حضرت والا کو تجدیداوراحیاءسنت کے جس اعلی مقام پر فائز فرمایا تھااس کی اس دور میں نظیر نہیں۔

آج بھی مخلوق حضرت کی تصنیفات وارشادات عالیہ اور مواعظ حسنہ سے فیضیاب ہورہی ہے، حضرت کے علوم ومعارف کے سلسلہ میں مختلف عنوان سے ہندو پاک میں کام ہورہا ہے، لیکن بجاطور پر کہا جاسکتا ہے کہ اللہ پاک نے محض اپنے فضل سے عزیزی مولوی مفتی محمد زید سلمہ مدرس جامعہ عربیہ ہتورا کو جس نرالے انداز سے کام کی توفیق عطافرمائی اس جامعیت کے ساتھ ابھی تک کام نہیں ہوا تھااس سلسلہ کی تین درجن سے زائدان کی تصانیف ہیں۔ بارگاہ ایزدی میں دعا ہے کہ اس کوقبولیت تامہ عطافرمائے اور مزید توفیق نصیب فرمائے۔

احقر صدیق احمد غفرلہ

خادم جامعہ عربیہ ہتورا باندہ (یوپی)

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ کی تعلیمات کے متعلق حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کا

ارشاد گرامی

ارشاد فرمایا:

حضرت مولانا تھانویؒ نے بہت بڑا کام کیا ہے، (کہ دین کے تمام شعبوں کو زندہ کیا، چنانچہ ہر شعبہ کے متعلق ان کی تعلیمات موجود ہیں-مرتب) بس میرا دل یہ چاہتا ہے، تعلیم تو ان کی ہو اور طریقۂ تبلیغ میرا ہو کہ اس طرح ان کی تعلیم عام ہو جائے گی......مولانا تھانوی کے لوگوں کی مجھے بہت قدر ہے،

(ملفوظات مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص:۵۹، قسط۴، ملفوظ نمبر ۵۶)

حکیم الامت حضرت تھانویؒ کی وفات کے موقع پر ارشاد فرمایا:

میرا جی یہ چاہتا ہے کہ......اس وقت خاص طور سے یہ مضمون پھیلایا جائے کہ حکیم الامت حضرت تھانویؒ سے تعلق بڑھانے، حضرت کے برکات سے استفادہ کرنے اور ساتھ ہی حضرت کی ترقیٔ درجات کی کوششوں میں حصہ لینے اور حضرت کی روح کی مسرتوں کو بڑھانے کا سب سے اعلیٰ اور محکم ذریعہ یہ ہے کہ حضرت کی تعلیماتِ حقہ پر استقامت کی جائے اور ان کو زیادہ سے زیادہ پھیلانے کی کوشش کی جائے۔ جتنا جتنا حضرت (حکیم الامت تھانویؒ) کی ہدایات پر کوئی چلے گا اتنا ہی بقاعدہ من دعی الی حسنة فله اجرها و اجر من عملها۔ حضرتؒ کے سرمایۂ حسنات اور درجات عالیہ میں ترقی ہوگی......یہ ایصال ثواب کا اعلیٰ طریقہ ہے۔

(ملفوظات مولانا الیاس صاحب ص:۵۷ قسط۵، ملفوظ ۶۹)

رائے عالی

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ

فاضل عزیز مولوی محمد زید مظاہری ندوی مدرس جامعہ عربیہ ہتورا (بارك الله في حياته وفي افادته) نے جو حضرت حکیم الامت کے افادات وارشادات اور تحقیقات ونظریات کو مختلف عنوانوں اور موضوعات کے ماتحت اس طرح جمع کررہے ہیں کہ حضرت کے علوم وافادات کا ایک دائرۃ المعارف (انسائیکلوپیڈیا) تیار ہوتا جارہا ہے......

ان خصوصیات اور افادیت کی بنا پر عزیز گرامی قدر مولوی محمد زید مظاہری ندوی نہ صرف تھانوی اور دیوبندی حلقہ کی طرف سے بلکہ تمام سلیم الطبع اور صحیح الفکر حق شناسوں اور قدر دانوں کی طرف سے بھی شکریہ اور دعاء کے مستحق ہیں۔

اور اسی کے ساتھ اور اس سے کچھ زیادہ ہی داعی الی اللہ اور عالم ربانی مولانا قاری سید صدیق احمد باندوی سرپرست جامعہ عربیہ ہتورا باندہ (یوپی) اس سے زیادہ شکریہ اور دعاء کے مستحق ہیں جن کی سرپرستی اور نگرانی، ہمت افزائی اور قدردانی کے سایہ میں ایسے مفید اور قابل قدر کام اور ان کے زیر اہتمام دانش گاہ اور تربیت گاہ میں انجام پارہے ہیں۔ اطال الله بقائه وعمم نفعه جزاه الله خيرا۔

ابوالحسن علی ندوی

دائرہ شاہ علم اللہ حسنی رائے بریلی ۱۷ ؍ذی الحجہ ۱۴۱۵ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

شعبان کا مہینہ دیگر مہینوں کی بہ نسبت بہت سی خصوصیتوں کا حامل ہے۔یہی وہ مبارک مہینہ ہے جس میں ''شب برأت'' ہوتی ہے، جو یقیناً ایک بابرکت رات ہے جس میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی خاص تجلی ہوتی ہے یہی وہ رات ہے جس میں لاکھوں کی بخشش کے فیصلے ہوتے ہیں۔آج ہی کی رات میں قسمت کے دروازے کھلتے ہیں،موت وحیات،صحت، بیماری، تنگدستی ،خوش حالی،عزت وذلت کے فیصلے بھی اسی رات میں صادر کئے جاتے ہیں،اور بارگاہ رب العزت کی طرف سے اعلان ہوتا ہے کہ ہے کوئی بخشش چاہنے والا جس کی بخشش کی جائے ، ہے کوئی روزی چاہنے والا اس کو روزی دی جائے ، ہے کوئی مانگنے والا اس کو عطاء کیا جائے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس رات میں عبادت کا اہتمام فرماتے تھے دیر تک سجدے میں پڑے رہتے، دعائیں مانگتے ، اور قبرستان بھی تشریف لے جاتے اور دن کو روزہ بھی رکھتے۔

درحقیقت یہ رات عبادت کی رات ہے بدقسمتی جہالت کے سبب حقیقت سے ناواقف مسلمانوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طرز عمل سے ہٹ کر خود ساختہ طریقوں کو ایجاد کرلیا اور اس مبارک رات کو بھی محض لہوولعب اور خوشی کا تہوار سمجھ لیا بجائے اس کے کہ اس رات کے فوائدو برکات سے نفع اٹھاتے ، رب ذوالجلال کے سامنے سربسجود ہوتے دیگر

معاصی لہولعب میں مشغول ہوکر یہ رات گذار دیتے ہیں۔

اس مجموعہ میں حکیم الامت حضرت تھانویؒ کی تصانیف، فتاویٰ، ملفوظات ومواعظ سے انتخاب کر کے بتایا گیا ہے کہ اس رات کی کیا اہمیت ہے اور اس میں کون کون سے اعمال کرنا چاہئے اور خودساختہ طریقوں کی شرعاً کیا حیثیت ہے۔ لیلۃ مبارکہ (شبِ برأت) جو پندرہ شعبان کو ہوتی ہے کی مناسبت سے لیلۃ القدر (جو رمضان المبارک میں ہوتی ہے) کی اہمیت اور اس کے فضائل اور متعلقہ احکام بھی جمع کر دیئے گئے ہیں،

اللہ پاک محض اپنے فضل وکرم سے اس مختصر رسالہ کو قبول فرمائے اور زائد سے زائد مسلمانوں کو اس سے مستفید ہونے کی توفیق عطاء فرمائے تمام مسلمانوں سے درخواست ہے کہ شب برأت اور لیلۃ القدر کے موقع پر خاص طور پر اس رسالہ کے مطالعہ کا اہتمام کریں، ائمہ مساجد سے گذارش ہے کہ مبارک راتوں میں اپنے مقتدیوں کو اس کو پڑھ کر سنائیں تاکہ اس کے مطابق لوگ عمل کریں، کسی صاحب خیر کو توفیق ہو تو ہندی، انگریزی وغیرہ زبانوں میں اس کی اشاعت کرادیں۔ وما التوفیق الا باللہ العلی العظیم۔

محمد زید

۱۵/ رجب ۱۴۱۵ھ

جامعہ عربیہ ہتورا باندہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب ۱

ماہ شعبان کی اہمیت وخصوصیت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا شعبان میرا مہینہ ہے۔[۱]

شعبان رجب اور رمضان کے درمیان میں ہے اس میں بندوں کے اعمال پیش کئے جاتے ہیں۔[۲]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس ماہ میں کثرت سے روزہ رکھتے تھے۔[۳]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہے کہ میں نے آں حضرت ﷺ کو شعبان سے زیادہ روزہ رکھتے ہوئے کسی ماہ میں نہیں دیکھا۔اور ایک روایت میں ہے، آپ شعبان کے پورے ماہ میں روزہ رکھتے تھے سوائے تھوڑے دنوں کے۔[۴]

شب برأت

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم ○ بسم اللہ الرحمن الرحیم ○ حٰمٓ وَالْکِتٰبِ الْمُبِیْنِ ○ اِنَّا اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةٍ مُّبٰرَکَةٍ اِنَّا کُنَّا مُنْذِرِیْنَ فِیْهَا یُفْرَقُ کُلُّ اَمْرٍ حَکِیْمٍ ○ اَمْرًا مِّنْ عِنْدِنَا اِنَّا کُنَّا مُرْسِلِیْنَ ○ ۔

ترجمہ! ’’حم، قسم ہے اس واضح کتاب کی، ہم نے اس کو لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر ایک برکت والی رات میں اتارا ہے کیونکہ ہم بندوں کو آگاہ کرنے والے تھے۔اس رات میں ہر حکمت والا معاملہ ہماری پیشی سے حکم ہو کر طے کیا جاتا ہے۔یعنی

[۱] دیلمی [۲] بیہقی، زوال السنۃ عن اعمال السنہ ص ۱۹ [۳] شیخین، موطا ابوداؤد [۴] خطبات الاحکام ص ۱۷۶

سال بھر کے معاملات میں جس طور پر اللہ تعالیٰ کو کرنا منظور ہے اس کو متعین کر کے ان کی اطلاع کارکن ملائکہ کو کر کے ان کے سپرد کر دیئے جاتے ہیں‘‘۔[۱]

آیت کی تفسیر

اس آیت کی مشہور تفسیر اکثر حضرات کے نزدیک یہ ہے کہ ’’لیلۃ مبارکۃ‘‘ سے مراد لیلۃ القدر ہے۔ شب برات مراد نہیں، کیونکہ دوسرے موقع پر ارشاد ہے۔اِنَّا اَنْزَلْنَاهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ کہ ہم نے قرآن کو لیلۃ القدر میں نازل کیا ہے۔اور یہاں فرمارہے ہیں کہ ہم نے لیلۃ مبارکۃ میں نازل کیا اور یہ ظاہر ہے کہ نزول سے مراد دونوں جگہ نزول دفعی (یعنی ایک مرتبہ میں پورا نازل ہونا مراد) ہے تدریجی (یعنی تھوڑا تھوڑا) نہیں کیونکہ وہ تو ۲۳ سال میں ہوا ہے، اور نزول دفعی (پورا) ایک مرتبہ ہوا ہے۔اس لئے لیلۃ مبارکۃ سے مراد لیلۃ القدر ہوگی۔ یہ مضبوط قرینہ ہے اس بات کا کہ یہاں بھی لیلۃ القدر ہی مراد ہے۔

لیکن ایک قول بعض کا یہ بھی ہے کہ لیلۃ مبارکۃ سے مراد شب برأت ہے۔ بہر حال ظاہر تو یہی کہ لیلۃ القدر سے مراد شب قدر ہے مگر احتمال اس کا بھی ہے کہ شب برأت مراد ہو۔ مگر جہاں تک اتفاق ہوا، اور جو کتابیں نظر سے گذریں، ان میں کوئی مرفوع حدیث اس بارہ میں نظر سے نہیں گذری۔[۲]

---

[۱] بیان القرآن پ۲۵ سورہ دخان [۲] التبلیغ شب مبارک ص۱۲ ج۸

قال الحافظ ابن کثیر من قال انها لیلة النصف من شعبان فقد ابعد، فان نص القرآن انها فی رمضان انتهی[۱] (تحفة الاحوذی ص۳۶۷ ج۳)

بعض علماء کی رائے

بعض علماء نے لیلۃ مبارکہ کی تفسیر لیلۃ البرأت (شب برأت) سے اس بناء پر کی ہے کہ روایات میں اس کے متعلق بھی سالانہ واقعات کے فیصلے ہونا آیا ہے۔ لیکن چوں کہ کسی روایت میں اس میں قرآن کا نازل ہونا وارد نہیں اور شب قدر میں نازل ہونا خود قرآن پاک میں مذکور ہے اِنَّا اَنْزَلْنَاہُ فِیْ لَیْلَۃِ الْقَدْرِ (بیشک ہم نے قرآن کو لیلۃ القدر میں نازل کیا) اس لئے یہ تفسیر (کہ اس سے مراد شب برات ہے) صحیح نہیں معلوم ہوتی۔

اور اس رات میں واقعات کے فیصلے ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ قرآن میں جو لیلۃ مبارکۃ آیا ہے اس سے یہی مراد ہو، غایت مافی الباب (زائد سے زائد) یہ ماننا پڑے گا، کہ دونوں رات میں واقعات کے فیصلے ہوتے ہوں۔ تو یہ کچھ بعید نہیں، بلکہ ممکن ہے کہ واقعات لکھے تو جاتے ہوں۔۔۔۔۔۔شب برأت میں، اور سپرد کئے جاتے ہوں شب قدر میں۔[1]

(بعض علماء کو شبہ اس وجہ سے ہوگیا کہ) شب برأت کے متعلق احادیث میں آیا ہے کہ تمام امور جیسے پیدائش، وفات، رزق کے فیصلے وغیرہ، اس رات میں ہوتے ہیں اس سے بعض سلف نے یہ سمجھ لیا ہے کہ لیلۃ مبارکۃ سے یہی رات مراد ہے، لیلۃ القدر مراد نہیں۔ ورنہ اس آیت کی بناء پر اس میں بھی واقعات کا فیصلہ ہونا لازم آئے گا۔ تو دوراتوں میں فیصلے ہونے کے کیا معنی؟ (اس شبہ کا جواب اوپر کی سطروں سے واضح ہو چکا)۔

[1] بیان القرآن سورہ دخان ص ۹۵۷

بعض علماء کے قول کی توجیہ

(البتہ) اس آیت کی تفسیر پندرھویں شعبان کے ساتھ گویقینی نہیں مگر احتمال ضرور ہے۔

باقی رہا یہ اعتراض کہ اس سے لازم آتا ہے کہ نزول دفعی دومرتبہ ہو۔(یعنی پورا قرآن دومرتبہ کیسے نازل ہوا؟)

اس کی توجیہہ یہ ہے کہ نزول دفعی دومرتبہ بھی اس طرح ہوسکتا ہے کہ ایک رات میں نازل ہونے کا حکم ہوا۔اور دوسری رات میں اس کا وقوع ہو۔یعنی شب برأت میں حکم ہوا کہ اس دفعہ رمضان میں جو لیلۃ القدر آئے گی اس میں قرآن نازل کیا جائے گا۔پھر لیلۃ القدر میں اس کا وقوع ہوگیا۔(یعنی نازل کردیا گیا) اور یہ بات کلام میں رائج ہے کہ قریب کو واقع ہوجانے کے حکم میں کردیتے ہیں۔مطلب یہ ہے کہ اِنَّـا اَنْزَلْنَا هُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ میں حقیقی طور پر نازل ہونا مراد ہے کہ وہ لیلۃ القدر ہے اور اِنَّـا اَنْزَلْنَاهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبَارَكَةٍ میں حکمی نزول ہے (یعنی نازل ہونے کا حکم دیا گیا) جو کہ شب برأت میں ہوا،اور دونوں راتیں قریب قریب ہیں اس لئے قرب نزول کو نازل ہونے کے حکم میں کردیا۔[1]

---

[1] التبلیغ ۱۰،۱۲ ج ۸

شب برأت کی فضیلت متعدد حدیثوں سے ثابت ہے

اگر یہ تفسیر ثابت نہ ہو تب بھی اس رات کی فضیلت کچھ اس آیت پر موقوف نہیں، احادیث سے اس کی فضیلت ثابت ہے۔[1]

☆حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نصف شب شعبان (یعنی شعبان کی پندرھویں رات) میں عبادت کرو، اور اس کی صبح کو روزہ رکھو، حق تعالیٰ غروب شمس ہی کے وقت (یعنی سورج ڈوبتے ہی) آسمان دنیا پر تشریف لاکر ارشاد فرماتے ہیں، کوئی مغفرت مانگنے والا ہے کہ میں اس کو بخشوں، کوئی رزق کا طلب کرنے والا ہے کہ اس کو رزق دوں، کوئی مصیبت میں مبتلا شخص ہے کہ اس کو عافیت دوں۔ ہے کوئی ایسا؟ ہے کوئی ایسا؟ یہاں تک کہ فجر طلوع ہو جاتی ہے۔[2]

☆حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک شب (جو شعبان کی پندرھویں شب تھی) میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ پایا۔ میں آپ کی تلاش میں نکلی۔ آپ بقیع (مدینہ کے قبرستان) میں تھے۔ آپ نے فرمایا کہ اس شب میں اللہ تعالیٰ آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے اور قبیلہ کلب کی بکریوں کے بالوں کی گنتی سے زیادہ (لوگوں) کی بخشش فرما دیتا ہے۔[3]

---

[1] قال ابن تیمیه: لیلة نصف شعبان روی فی فضلها من الاخبار مایقتضی انها مفضلة، ومن السلف من خصها بالصلوٰة فیها. (فیض القدیر ص ۳۲۲ ج ۲) قال المبارکفوری اعلم انهٗ قد ورد فی فضیلة لیلة النصف من شعبان عدة احادیث، مجموعها یدل علیٰ ان لها اصلاً فمنها..... حدیث علیؓ قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا کانت لیلة النصف من شعبان فقوموا لیلها وصوموا نهارها.....فهٰذهٖ الاحادیث بمجموعها حجة علیٰ من زعم انهٗ لم یثبت فی فضیلة لیلة النصف من شعبان والله تعالیٰ اعلم (تحفة الاحوذی ص ۳۶۵، ۳۶۷ ج ۳) [2] ابن ماجہ بیہقی ص ۳۶۴ ج ۵ [3] (ابن ابی شیبہ، ص ۱۰۳ ج ۳ ترمذی ص ۹۲ ج ۱، ابن ماجہ ص ۱۰۰)

اس رات میں سال بھر کے فیصلے لکھے جاتے ہیں

شب برأت کے متعلق احادیث میں آیا ہے کہ اس میں تمام امور جیسے پیدائش، وفات، اعمال کی ترقی، وتنزلی، اوررزق کے فیصلے ہوتے ہیں۔

(یعنی) اس رات میں تمام امور کا فیصلہ ہوجاتا ہے، تمام امور میں سب چیزیں آگئیں، صرف نماز روزہ ہی نہیں بلکہ دنیوی امور بھی اس میں داخل ہیں، مثلاً اس کھیت میں اتنا پیدا ہوگا، جنگ ہوگی، فتح ہوگی۔ اتنا پانی برسے گا۔ غرض سب امور کا فیصلہ اورانتظام ہوتا ہے۔[۱]

عطاء بن یسار نے کہا کہ نصف شعبان کی شب میں ملک الموت کو ایک فرد (لسٹ وفہرست) مل جاتی ہے اورحکم ہوتا ہے کہ جو جو اس میں درج ہیں ان کی جان (اس سال) قبض کرنا، تو بعض آدمی درخت لگا رہا ہے، بعض نکاح کررہا ہے۔ اورمکان تعمیر کررہا ہے۔ حالانکہ اس کا نام، مردوں میں لکھا جاچکا ہے۔[۲]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شعبان کی پندرھویں رات کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے کہ اس رات میں وہ سب بنی آدم (یعنی انسان) لکھ لئے جاتے ہیں جو اس سال میں پیدا ہوں گے اور جو اس سال میں مریں گے۔ اوراسی رات میں ان کے اعمال اٹھائے جاتے ہیں اوراسی میں ان کے رزق نازل ہوتے ہیں۔[۳]

---

[۱] مصنف ابن ابی شیبه ص ۱۰۳ ج۳ والبیهقی باسناد لاباس بهٖ کذا فی الترغیب والترهیب، قال القاری فی شرح المشکوٰة ولانزاع فی ان لیلة نصف شعبان یقع فیها الفرق کما صرح بهٖ الحدیث (مرقاة، تحفة الاحوذی ص ۳۶۵، ۳۶۷ ج۳)

[۲] (التبلیغ ص ۱۳ ج ۱۸ ص ۲۶) [۲] ابن ابی الدنیا، ابن مردویہ، روح المعانی ص ۱۱۳ ج ۲۵، زوال السنہ ص ۲۰، بیہقی [۳] خطبات الاحکام ص ۱۷۵

فائدہ:۔ اعمال اٹھائے جانے سے مراد ان کا پیش ہونا ہے اور رزق نازل ہونے سے مراد یہ ہے کہ اس سال میں جو رزق ملنے والا ہے وہ سب لکھ دیا جاتا ہے۔ اور گو یہ سب چیزیں پہلے سے لوح محفوظ میں لکھی ہوئی ہیں مگر اس رات کو لکھ کر فرشتوں کے سپرد کر دیا جاتا ہے۔[۱] واللہ اعلم

شب قدر لیلۃ القدر کیا دونوں راتوں میں فیصلے ہوتے ہیں؟

(سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ) شب برأت میں واقعات کا فیصلہ ہونا احادیث سے ثابت ہے۔ پھر وہ کون سے واقعات ہیں جن کا فیصلہ ہونا شب قدر میں باقی رہا؟

پھر یہ کہ شب برأت میں ایک سال کے واقعات کا فیصلہ ہونا حدیثوں میں آیا ہے۔ اور شب قدر سال گذرنے سے پہلے رمضان میں آجاتی ہے تو اس میں کیا مکرر (دوبارہ) فیصلہ ہوتا ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں دو صورتیں نکلتی ہیں کیوں کہ عادۃً ہر فیصلہ کے دو درجے ہوتے ہیں، ایک تجویز (خاکہ) ایک نفاذ (آرڈر) پس یہاں بھی دو مرتبے ہوسکتے ہیں۔ مطلب یہ کہ تجویز تو شب برأت میں ہوجاتی ہے اور نفاذ لیلۃ القدر میں ہوتا ہے ۔ اور ان میں کسی قدر فاصلہ ہونا بعید نہیں (ایسا ہوتا رہتا ہے) تجویز کو قدرت کہتے ہیں، اور حکم کے نافذ کر دینے کو قضاء کہتے ہیں۔ ممکن ہے شب برأت میں تجویز ہوتی ہو اور لیلۃ القدر میں اس کا نفاذ ہوتا ہو۔ اس تقریر سے سارے اشکالات کا جواب ہوگیا۔☆[۲]

---

[۱] خطبات الاحکام ص ۱۷۵، ☆ قال القاری فی شرح المشکوٰۃ وحینئذ یستفاد من الحدیث والآیۃ وقوع ذالک الفرق فی کل من اللیلتین اعلاما لمزید شرفھما، ویحتمل ان یکون الفرق فی احدھما اجمالاً وفی الاخریٰ تفصیلاً، او تخص احداھما بالامور الدنیویۃ والاخریٰ بالامور الاخرویہ وغیر ذالک من الاحتمالات العقلیہ انتھیٰ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ، تحفۃ الاحوذی ص ۳۶۷ ج ۳) [۲] شب قدر التبلیغ ص ۱۳/۸

(اوراگر) دونوں رات میں فیصلے ہوتے ہوں تو کچھ بعید نہیں۔ بلکہ ممکن ہے کہ واقعات لکھ تو لیے جاتے ہوں، شب برأت میں، اور سپرد کئے جاتے ہوں شب قدر میں۔ جیسا کہ روح المعانی میں ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول بلاسند بعینہٖ یہی نقل کیا ہے، اور احتمال کے لئے ثبوت کی حاجت نہیں۔[۱]

اس رات میں کن لوگوں کی بخشش نہیں ہوتی

☆حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حق تعالیٰ، شعبان کی پندرہویں شب میں آسمان دنیا کی طرف نزول فرماتا ہے اور سب گنہگاروں کی مغفرت فرمادیتا ہے (یعنی جو مغفرت مانگتا ہے) سوائے مشرک کے، یا اس شخص کے جس کے دل میں کینہ ہو۔

☆اوراوزاعی نے اس کی یہ تفسیر کی ہے کہ جو شخص بدعتی اہل حق کی جماعت سے الگ ہونے والا ہو (اس کی بخشش نہ ہوگی)۔

☆جادوگر۔

☆غیب کی خبریں بتلانے والا، جیسے آج کل فال والے، اور حاضرات والے، اور عملیات والے کرتے ہیں۔

☆''عریف''، یعنی ہاتھ کے خطوط (ہتھیلی) یا دوسرے آثار دیکھ کر (غیب کی خبر) بتلانے والا۔

☆ظلم سے محصول (ٹیکس چنگی) لینے والا۔

---

[۱] وروی عن ابن عباس رضی اللہ عنہما تقضی الاقضیۃ کلھا لیلۃ النصف من شعبان وتسلم الی اربابھا لیلۃ السابع والعشرین من شھر رمضان۔ (روح المعانی ص۱۱۳ ج۲۵) (بیان القرآن سورہ دخان پ۲۵)

☆ سرہنگ ظالم ''جابی''یعنی جو حاکم کو نا جائز محصول (آمدنی) کے طریقے بتلائے۔

☆ ''کوبۃ''یعنی طنبور طبل یا نرد والا (یعنی باجہ گاجہ ڈھول تاشہ والا)

☆ قطع رحمی کرنے والا (یعنی رشتے ناتے توڑنے والا)

☆ ٹخنوں سے نیچے ازار (لباس) پہننے والا۔

☆ ماں باپ کو تکلیف دینے والا۔

☆ ہمیشہ شراب پینے والا۔ (بیہقی)

ان سب کی بھی بخشش نہ ہوگی جب تک کہ اپنے گناہوں سے سچی توبہ نہ کرلیں گے۔ (زوال السنۃ عن اعمال السنۃ ص ۱۹)

سب روایتوں پر نظر کرنے سے احقر کے سمجھ میں یہ آتا ہے کہ گناہ کبیرہ بغیر توبہ کے معاف نہیں ہوں گے۔ اور گناہ صغیرہ اس رات کی برکت سے حق تعالیٰ معاف کردیتا ہے۔[1]

برکت والی رات

یہ جو رات آنے والی ہے (یعنی شعبان کی پندرہویں شب) اس کے خاص فضائل آئے ہیں۔ اس معنی کر اس کو مبارک کہنا درست ہے گو احادیث میں ''مبارک'' کا لفظ نہیں آیا۔ اور قرآن میں اگرچہ آیا۔ مگر یہ تفسیر خود محتمل (بلکہ مرجوح) ہے۔ مگر یہ احتمال اس لقب میں (یعنی اس رات کے مبارک ہونے) میں مضر نہیں کیونکہ برکت کی حقیقت ہے نفع کی کثرت (بھلائی کی زیادتی) اگر کسی چیز کا خوب نفع والا ہونا ثابت ہوجائے تو اس کو مبارک کہنا صحیح ہوگا۔

[1] خطبات الاحکام

پس احادیث میں اس رات کے جو فضائل ذکر کئے گئے ہیں ان سے کثیر النفع (یعنی خوب نفع والا) ہونا معلوم ہوتا ہے تو اس کو مبارک کہنا صحیح ہوگا گو مبارک کا لفظ وارد نہ ہوا ہو۔

اس رات میں حق تعالیٰ آسمان دنیا پر تجلی فرماتا ہے

اس رات میں حق تعالیٰ آسمان دنیا پر تجلی فرما کر بندوں کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ دنیا ہمارا گھر ہے اور زمین فرش ہے اور گویا پہلا آسمان دنیا کی چھت ہے۔ اور چھت گھر کا ایک جزء (حصہ) کہلاتی ہے۔ تو گویا حق سبحانہٗ وتعالیٰ ہمارے گھر تشریف لاتے ہیں، ہماری طرف متوجہ ہوتے ہیں، وعدے فرماتے ہیں۔ ہم کو (کتنا بڑا) شرف نصیب ہوتا ہے۔

دیکھئے اگر ہم کسی دوست کے دروازہ پر جائیں اور وہ گھر والے ہم سے نہ بولیں تو یقیناً ہم ان سے بیزار ہوجائیں، اور اگر بیزار بھی نہ ہوں تو اس قدر شکایت تو ضرور کریں گے کہ ہم سے بولے کیوں نہیں۔ اور اگر وہ سوتے ہوئے ہوں تو کہیں گے کہ ایسا بھی کیا سونا ہے کہ ہمارے آنے کا بھی کچھ خیال نہ کیا خصوصاً اگر پہلے سے کہلا بھی بھیجا ہو کہ ہم تمہارے گھر آدھی رات کے بعد آئیں گے تو اس صورت میں سونے کی بھی اجازت نہ ہوگی۔ حق سبحانہ کو دیکھئے۔۔۔۔۔ کہ اپنی تشریف آوری کی خبر دینے کے بعد بھی تشریف لاکر ہم کو سوتا ہوا دیکھ کر کبھی ناراض نہیں ہوتے یہ فرماتے ہیں کہ اس بندہ نے ایک مستحب ہی تو چھوڑا ہے۔ اللہ میاں ہم کو بے مروتی کا الزام نہیں دیتے کیا ٹھکانا ہے اس رحمت کا، اس عنایت کا تقاضا تو یہ تھا کہ ہم کو اس کے سامنے پگھل جانا چاہئے۔[1]

---

[1] شب مبارک ص ۲۰

اس رات کی خصوصیت

یہ رات جو آنے والی ہے (یعنی پندرہویں شب) یہ بہت قابل قدر ہے اس سے محروم نہ رہنا چاہئے ۔۔۔۔۔۔بلکہ اگر لیلۃ القدر کے لغوی معنی کے اعتبار سے دیکھا جائے تو ہر رات لیلۃ القدر اور قابل قدر ہے، ہر رات دولت ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ ہر روز آدھی رات کے بعد خدا تعالیٰ آسمانِ دنیا پر تجلی فرما کر بندوں کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔اور جب شعبان کی پندرہویں ہوتی ہے تو حق تعالیٰ اول شب (یعنی شروع رات ہی) سے آسمان دنیا پر نزول فرماتے ہیں۔ یہ خصوصیت اس رات میں بڑھی ہوئی ہے۔یعنی اور راتوں میں پچھلے اوقات میں نزول ہوتا ہے اور اس رات میں شروع ہی سے نزول فرماتے ہیں۔اس رات کے بابرکت ہونے کی یہ بھی ایک وجہ ہے۔اس کی قدر وہ کرے گا جس میں محبت کا مادہ ہو، اس کو ایک ایک لمحہ غنیمت معلوم ہوگا، وہ تو محبوب کی طرف سے پانچ منٹ بڑھا دینے کو بھی بہت غنیمت سمجھے گا۔[1]

پندرہویں رات کونسی رات ہے

شریعت میں چاند سے حساب مقرر ہے اس لئے رات تاریخ کا جزءِ سابق ہے (یعنی آئندہ دن میں شمار ہوتی ہے اس لئے) پندرہویں رات سے مراد وہ رات ہے جو چودہ تاریخ گذر کر رات آتی ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ شریعت میں رات کو دن پر مقدم سمجھا گیا ہے۔اس لئے جب شعبان کا چاند ہو جائے تو وہ رات شعبان

[1] ابن ماجہ وبیہقی عن علی، روح المعانی ص ۱۱۱ ج ۲۵ وتحفۃ الاحوذی ص ۳۶۵ ج ۳، شب قدر ص ۲۶، ۱۸

ہی میں شمار ہوگی۔اس واسطے جورات ۱۴ تاریخ کے ختم ہونے پر ہوگی وہ پندرہویں رات ہوگی۔غرض پندرہویں وہ ہے جس کی صبح کو پندرہ تاریخ ہواسی رات کو قیام کرو۔اوردن کوروزہ رکھو۔حدیث میں اس کوصراحۃ بیان کیا گیا ہے۔[۱]

یہ رات خدا کی نعمت ہے اس کی قدر کرنا چاہئے

(یہ رات) خداتعالیٰ کی نعمت ہے اس کی قدر کرنا چاہئے دنیامیں اگر کسی ایسے کام کی خبرمل جاتی ہے جس سے منافع ہوں تو عقلااس کی کیسی قدر کرتے ہیں اور ذرا سے نفع کی بھی چیز ہواس کو احتیاط سے رکھ چھوڑتے ہیں کہ کسی موقع پر کام آئے گی۔۔۔۔۔۔غرض ادنیٰ اعلیٰ سب میں کام کی چیز کی قدر ہوتی ہے۔۔۔۔۔۔جب ہم دنیا کی چیزوں میں ذرا ذراسی چیز کی قدر کرتے ہیں، پھر تعجب ہے کہ خدااوررسول (ہم کو) کوئی قدر کی چیز بتلائیں اس کوضائع کردیا جائے؟ (کتنے افسوس کی بات ہے کہ) ہمیں ان تاریخوں میں جاگنے کی بہت کم توفیق ہوتی ہے۔[۲]

شب قدر میں اہل علم وطلبہ کی ناقدری

ہمیں ان تاریخوں میں جاگنے کی بہت کم توفیق ہوتی ہے خصوصاً طلبہ کو وہ تو یوں کہہ کر ختم کردیتے ہیں کہ اس رات میں عبادت کے علاوہ اور بھی بہت سے ثواب کے کام ہیں، سوبھی (کیونکہ سونا بھی تو عبادت ہے) اللہ میاں کے یہاں استغفار بھی تو ہے وہی پڑھ لیں گے، یا اور کوئی نیک کام کرلیں گے۔اپنے دل میں اس قسم کی تاویلیں کرلیتے ہیں۔اکثر طالب علمی میں یہ مرض پیدا ہوجاتا ہے، کہ مستحبات کی قدر نہیں رہتی۔

---

[۱] شعبان فی شعبان ۶۷،۷۲ [۲] شب مبارک ص ۱۵

جب تک میں نے ''منیة المصلی ''نہیں پڑھی تھی تونفلیں پڑھا کرتا تھا جب ''منیۃ'' پڑھی اوراس میں مستحب کی تعریف پڑھی ،تونفس کے کید میں آکر یہ خیال ہوا کہ اگر مستحب نہ کریں گے تو کچھ گناہ تو ہوگا نہیں، اس لئے بہت سے مستحبات ترک ہونے لگے۔

(عام طور پر) طالب علموں کی یہ حالت ہوتی ہے کہ جہاں کسی عمل کے مستحب ہونے کا حکم معلوم ہوا، بس فضائل کو چھوڑ دیا۔ جاہل لوگ تو مستحبات کو بھی کر لیتے ہیں۔ مگر پڑھے لکھے (لوگ عام طور سے) بالکل نہیں کرتے الا ماشاء اللہ یہ نفس کا بڑا کید (دھوکہ) ہے جس نے اہل علم کو بہت سی برکات سے محروم کر رکھا ہے ۔اس سے بچنا چاہئے اور مستحبات وفضائل کی بھی بے قدری نہ کرنا چاہئے ۔ یہ رات بہت قابل قدر ہے۔اس سے محروم نہ رہنا چاہئے ۔[۱]

---

[۱] شب قدر ص ۱۷،۱۵

فصل

رات کے کس حصہ میں جاگنا زیادہ بہتر ہے

اب غور کرنے کے قابل یہ بات ہے کہ رات کے کون سے حصہ میں جاگنا زیادہ افضل ہے؟ اس کا فیصلہ قرآن سے بھی ہوتا ہے اور حدیث سے بھی کیوں کہ قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ اخیر رات میں جاگنا اشد ہے (یعنی اس میں زیادہ مجاہدہ ہوتا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں: اِنَّ نَاشِئَةَ اللَّيْلِ هِيَ اَشَدُّ وَطْاً.

ترجمہ: بیشک رات کا اٹھنا خوب مؤثر ہے نفس کو کچلنے میں (بیان القرآن)

اور نَاشِئَةَ اللَّيْلِ سونے کے بعد ہی ہوتا ہے جب وہ اشد ہوا، کیونکہ کہ اس کے اختیار کرنے سے نفس پر مشقت کا زیادہ اثر ہوتا ہے۔ تو وہی افضل ہوگا۔

اور حدیث سے بھی اس کا افضل ہونا معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ آخری رات کی فضیلت میں بکثرت احادیث وارد ہیں، اور ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص رات کو اٹھ کر التجا کرتا ہو میں اس سے بہت خوش ہوتا ہوں۔ اس لئے کہ میری وجہ سے اپنی بیوی اور گرم بستر چھوڑ دیا۔ اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ رات کا اخیر حصہ افضل ہے۔

اور عقلی قواعد بھی اس پر شاہد ہیں کہ رات کے اخیر حصہ میں جاگنا زیادہ افضل ہے۔ کیونکہ وہ وقت سونے کا ہے اور سونے کا ترک کرنا مشکل ہوتا ہے۔[1]

اگر رات کے اخیر حصہ میں جاگنا دشوار ہو

لیکن اگر کسی کو اس حصہ میں جاگنا دشوار ہو وہ اول حصہ میں کچھ کر لے کیونکہ

[1] شب قدر ص ۲۷

اور راتوں میں تو خدا تعالیٰ کا نزول اخیر شب میں ہوتا ہے اور اس رات میں اول شب ہی سے نزول ہوجاتا ہے۔ اس لئے جن لوگوں کو اخیر شب میں عبادت کرنا دشوار ہو وہ رات کے اول ہی حصہ میں عبادت کرکے فضیلت حاصل کرلیں جس کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ عشاء ہی تک عبادت میں مشغول رہیں۔

الغرض جو بھی وقت مل جائے اسے غنیمت سمجھے، اس کا انتظار نہ کرے کہ اخیر رات ہی کی فضیلت ملے۔ اگر دشوار کام کی توفیق نہ ہو (یعنی اخیر شب میں نہ جاگ سکیں) تو سہل ہی کو اختیار کرلیا جائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ یہ تھی کہ جب آپ کو دو باتوں میں اختیار دیا جاتا تو آپ آسان کو اختیار کرلیتے، مثلاً ایک کام کے دو طریقے ہیں، ایک آسان اور دوسرا مشکل، آپ آسان طریقہ کو اختیار فرماتے۔ جب حق تعالیٰ کی رحمت ایسی وسیع ہے تو آسان عمل پر بھی عطا ہوجائے گی۔ اس لئے تم دشوار عمل کا انتظار نہ کرو جو توفیق ہو کرلو۔ اخیر شب میں جاگ سکو تو اخیر میں ورنہ اول ہی میں سہی، مگر ایسا انتظام ہو کہ زیادہ حصہ جاگنے کا ہو، خواہ اول میں، خواہ اخیر میں۔ اس کو اختیار کرلو۔[۱]

نفس کی چال اور شیطان کا دھوکہ

یہ نفس کا ایک کید ہے کہ آدمی جہاں ثواب کا قصد کرتا ہے تو نفس اس کو حیلہ (بہانہ) سے روکنا چاہتا ہے۔ چنانچہ اس موقع پر وسوسہ ڈالتا ہے کہ اخیر رات میں زیادہ فضیلت ملے گی۔ اس لئے اخیر ہی میں جاگنا چاہئے۔ اول رات میں جاگنے سے کیا فائدہ۔ سو اول رات میں تو یوں محروم رہے جب اخیر رات ہوئی تو اٹھا نہ گیا۔ دونوں طرف سے محرومی ہوئی پوری کے پیچھے لگ کر ادھوری بھی گئی۔

[۱] شب مبارک

(اور شیطان کی ایک چال) اور نفس کا کید یہ بھی ہے کہ وہ یہ چاہتا ہے کہ ممتاز ہو کر رہے اور اس میں حظ ہوتا ہے (یعنی نفس کو مزہ آتا ہے بڑائی کی شان پائی جاتی ہے) اس لئے بعض آدمی یہ چاہتے ہیں کہ اخیر رات ہی میں جاگیں اور نیت یہ ہوتی ہے کہ اس امتیازی شان میں حظ ہو (یعنی امتیازی شان ہو اس سے نفس پھولتا ہے اور اپنے کو اچھا اور بڑا سمجھتا ہے) سو یہ عُجب ہے اور عجب (یعنی اپنے کو اچھا اور افضل سمجھنا) ایسی بری چیز ہے کہ جس وقت کوئی شخص اپنی نظر میں پسندیدہ ہوتا ہے اس وقت خدا کی نظر میں ناپسندیدہ ہوتا ہے۔ غرض جو بھی وقت مل جائے غنیمت سمجھے اس کا انتظار نہ کرے کہ اخیر شب ہی کی فضیلت ملے[۱]

حق تعالیٰ کی رحمت

حق تعالیٰ نے اپنے نیک بندوں کی شان میں فرمایا ہے **تَتَجَافیٰ جُنُوْبُھُمْ عن المضاجع** کہ جدا ہوتی ہیں کروٹیں ان کی خواب گاہوں سے۔

اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ آیا اس سے مراد اخیر رات میں تہجد کے لئے اٹھنا ہے، یا عشاء کی نماز ہے؟ بعض علماء نے تہجد مراد لیا ہے اور بعض علماء نے دوسرے معنی مراد لئے ہیں۔ جس صورت میں تہجد مراد ہوگا تو آیت کا ترجمہ یہ ہوگا کہ ''علٰحدہ ہوجاتی ہیں کروٹیں ان کی خواب گاہوں سے'' یعنی نیند سے اٹھ کر عبادت میں مشغول ہوجاتے ہیں، اور اگر عشا کی نماز مراد ہوتو تو یہ ترجمہ ہوگا کہ علٰحدہ رہتی ہیں کروٹیں ان کی خواب گاہوں سے یعنی جب تک عشاء سے فارغ نہ ہولیں سوتے ہی نہیں۔

۱؎ شب مبارک ص ۲۸

اختلاف سے کتنی آسانی ہوگئی کہ جو شخص عشاء کی نماز سے فارغ ہوئے بغیر نہ لیٹے اور یہ خیال کرے کہ میں بھی اس آیت میں داخل ہوں وہ بھی اس ثواب کا مستحق ہے ۔ کیونکہ حق تعالیٰ کی شان یہ ہے جو حدیث شریف میں وارد ہے اَنَا عِنْدَ ظَنِ عَبْدِی بِیْ (یعنی بندہ میرے ساتھ جیسا گمان کرتا ہے اس کے گمان کے موافق میں معاملہ کرتا ہوں) تو وہ بھی اس میں داخل ہو جائے گا، جو شخص یہ سمجھ رہا ہے کہ حق تعالیٰ نے عشاء کی نماز پر بھی یہی وعدہ کیا ہے تو حق تعالیٰ اس کو تہجد ہی کا ثواب دے دیں گے مگر شرط یہ ہے کہ اس کے گمان کی کوئی بنیاد بھی ہونا چاہئے۔

یہاں سے اِخْتِلَافُ اُمَّتِیْ رَحْمَةٌ کا راز بھی معلوم ہوگیا۔ کیونکہ اس اختلاف میں کوئی قول تو ضرور آسان ہوگا۔ اس کو لینے والا بھی دین ہی کا لینے والا ہے[1]

اس رات میں کون سی عبادت کرنا چاہئے

اب رہی یہ بات کہ اس رات میں کون سی عبادت کرنا چاہئے ۔ تو اس کے متعلق حدیث شریف میں کوئی خاص عبادت منقول نہیں کہ نوافل پڑھے یا قرآن شریف ہی کی تلاوت کرے وغیرہ وغیرہ۔ جون سی عبادت میں سہولت معلوم ہو اس کو اختیار کرے۔

باقی بزرگوں سے جو خاص عبادت منقول ہے۔ مثلاً بعض کا اپنے مریدین کو نوافل معین کر کے بتلانا تو اس میں انہوں نے بعض کے اعتبار سے سہولت کا لحاظ رکھا ہے اور ان مریدین کے مناسب وہی عبادت ہوگی ۔ کیونکہ بعض اوقات اگر معین کر کے نہ بتلایا جائے تو کام سہولت سے نہیں ہوسکتا۔ اس لئے بزرگوں نے

[1] شب مبارک ص ۳۲

ایک مناسبِ حال طریقہ تجویز کر کے بتلا دیا۔ تعلیم تو اس بنا پر ہوئی تھی مگر مریدین میں جاہل زیادہ ہوتے ہیں۔ جاہلوں نے یہ سمجھ لیا کہ بس اس رات میں یہی عبادت متعین ہے دوسری نہیں۔ سو یہ غلط ہے جو بات قرآن وحدیث سے ثابت نہ ہو وہ بدعت یا زندقہ ہے۔ باقی بزرگوں کی طرف سے ہمیں حسن ظن ہے کہ انہوں نے قرآن وحدیث کے خلاف نہیں بتلایا بلکہ انہوں نے کسی خاص شخص کی مناسبت کے لحاظ سے اس کے لئے خاص طور پر اس طریقہ کو مناسب سمجھ کر بتلا دیا ہوگا۔[۱]

اس رات میں کوئی خاص عمل وارد نہیں

شعبان کی پندرہویں شب میں حدیث میں کوئی خاص عمل وارد نہیں چاہے قرآن شریف پڑھو، یا اللہ اللہ کرو، یا نوافل پڑھو، خواہ وعظ کہو، سنو۔

چنانچہ کانپور میں اس شب کے اندر ہم وعظ کہلواتے تھے کیونکہ وعظ کے شغل میں جاگنا ذرا آسان ہوتا ہے۔ اگرچہ بعض لوگ اس میں بھی سوتے رہتے ہیں۔

بعض کتابوں میں (اس رات میں) خاص نوافل پڑھنے اور (بعض مخصوص) اوراد ووظائف کو لکھ دیا ہے یہ کوئی قید نہیں جو چیز شرعاً بے قید ہے اس کو بے قید ہی رکھو۔ حدیث میں نوافل کی کوئی قید نہیں آئی۔ بلکہ جو عبادت آسان ہو وہ کرلو۔ اس میں نوافل بھی آ گئے۔ اور وہ بھی کسی خاص ہیئت کے ساتھ نہیں۔

باقی بزرگوں کے کلام میں جو خاص ہیئت (مخصوص طریقہ کے ساتھ) نوافل پڑھنے کا ذکر آیا ہے تو اس کا سبب یہ ہے کہ کسی بزرگ نے کسی مرید کے لئے اس کی خاص حالت کے اعتبار سے اس کو (بطور علاج کے)

---

[۱] شعبان فی شعبان ص۴۷

تجویز کیا ہوگا۔ اور اس کے حق میں بھی وہ مصلحت ہوگی۔ اب اس کو عام کر لینا یہ بدعت ہے۔ باقی بزرگوں کو برا نہ کہے۔[1]

نفل نماز کی خاص دعا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس رات میں (نفل) نماز کے سجدہ میں یہ دعاء پڑھنا بھی ثابت ہے۔

اَعُوْذُ بِعَفْوِکَ مِنْ عِقَابِکَ وَاَعُوْذُ بِرَضَاکَ مِنْ سَخَطِکَ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْکَ جَلَّ وَجْھُکَ لَا اُحْصِیْ ثَنَاءَ عَلَیْکَ اَنْتَ کَمَا اَثْنَیْتَ عَلٰی نَفْسِکَ۔

ترجمہ: تیرے عتاب سے تیرے درگذر کرنے کی پناہ لیتا ہوں، تیرے غصہ سے تیری رضا مندی کی پناہ لیتا ہوں، اور تجھ سے تیری ہی پناہ مانگتا ہوں، برتر ہے تیری (مقدس) ذات، میں تیری ثناء کو شمار نہیں کرسکتا تو ویسا ہی ہے جیسی تو نے اپنی تعریف کی ہے۔[2]

جاگنے کا طریقہ اور عبادت میں نیند نہ آنے کی تدبیر

نیند نہ آنے کی تدبیر یہ ہے کہ متفرق اعمال شروع کر دیئے جائیں تاکہ توجہ منقسم رہے (یعنی بٹ جائے) کچھ دیر نوافل پڑھ لے کچھ دیر تلاوت کر لی، ذکر کرنے لگے، پھر وعظ شروع کر دیا یا سننے لگے۔

مگر وعظ میں ایک خرابی ہوگئی ہے کہ لوگوں کا اجتماع (عبادت کے لئے بھی) ہو جاتا ہے، تداعی (یعنی اہتمام سے بلانا) بھی ہوتا ہے اس لئے بہتر یہ ہے

---

[1] شب قدر ص ۱۴۱ [2] ماثبت بالسنۃ عن بیہقی، خطبات الاحکام ص ۱۷۷

کہ گھر کے لوگ جمع ہو کر عبادت کریں اور نیند ختم کرنے کے لئے متفرق عبادتوں میں مشغول رہیں۔ کسی سے کوئی مباح (جائز) بات بھی کر لی۔ جیسے کھانے کے ساتھ کبھی کبھی مربہ اور چٹنی کا بھی ذائقہ لے لیتے ہیں، اتنی بات کر لینے کا مضائقہ بھی نہیں۔ یہ نہ ہو کہ سارا وقت باتوں ہی میں گزار دیں کیونکہ محض جاگنا ہی مقصود نہیں۔ جیسے میں نے ایک فقیر کو دیکھا کہ محض جاگنے کے لئے افیون کھایا کرتا تھا جو کہ خلاف شرع حرکت تھی، تو ایسے جاگنے سے کیا فائدہ، ایسا تو نہ کرنا چاہئے، جاگنا تو عبادت کے لئے ہو مگر تجدید نشاط (چستی) کے لئے بیچ بیچ میں تھوڑی بات بھی کر لی جائے تو مضائقہ نہیں۔ جیسے حضور صلی اللہ وعلیہ وسلم عائشہ رضی اللہ عنہا سے باتیں کر لیتے تھے۔ باتیں مقصود نہیں تھیں بلکہ طبیعت کی تازگی کے لئے ایسا فرماتے تھے، اس طرح نفس کو خوش رکھ کر جاگے۔ (۴۳)

عبادت میں اگر نیند آنے لگے تو سو رہنا چاہئے

حدیث شریف میں ہے کہ اگر وظائف و اوراد میں نیند آجائے تو سو رہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فَلْیَرْقُدْ (مسلم شریف) ارشاد فرمایا ہے۔ یہ نہیں فرمایا کہ اگر نیند آجائے تو آنکھوں میں مرچیں بھر لو تا کہ نیند جاتی رہے اور ایسی عبادت کس کام کی جس میں اپنے کو بے حد مشقت میں ڈالا جائے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک بار مسجد میں تشریف لائے۔ دیکھا کہ وہاں ستون کے درمیان ایک رسی بندھی ہوئی ہے دریافت فرمایا کہ یہ رسی کیسی ہے؟ لوگوں نے عرض کیا کہ حضرت زینبؓ نے باندھ رکھی ہے جب ان کو عبادت کرتے کرتے نیند آنے لگتی ہے تو اس سے سہارا لگا لیتی ہیں۔ آپ نے فرمایا اس کو توڑ دو۔

حضرت مولانا گنگوہیؒ سے کسی نے پوچھا کہ درود شریف پڑھتے پڑھتے اگر نیند آنے لگے تو کیا کرنا چاہئے ؟فرمایا تکیہ پر سر رکھ کر سو رہو۔جب طبیعت ہلکی ہوجائے پھر پڑھنے لگو، اور اگر نیند کو زبردستی دفع بھی کیا جائے تو اس کا انجام یہ ہوتا ہے کہ دماغ میں خشکی پیدا ہوتی ہے۔اور اس سے انسان کو ایسے امراض گھیر لیتے ہیں کہ آدمی پھر کسی کام کا نہیں رہتا۔جو شخص مجھ سے شکایت کرتا ہے کہ نیند بہت آتی ہے تو میں کہہ دیتا ہوں کہ سو رہو۔[1]

ذکر وعبادت میں نیند آنے اور ناچ گانے میں نیند نہ آنے کی وجہ

ایک شاہ صاحب تھے ان سے کسی نے پوچھا کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ وعظ میں نیند آتی ہے اور ناچ دیکھنے میں نہیں آتی۔انہوں نے جواب دیا کہ نیند پھولوں پر آیا کرتی ہے کانٹوں پر نہیں۔مگر یہ ایک لطیفہ ہے حقیقت یہ نہیں ورنہ پاخانہ میں کیوں نیند آتی ہے؟ وہاں پھول کہاں رکھے ہیں۔دوسرے عبادت ظاہر میں پھول کہاں ہیں ان میں بظاہر لذت نہیں۔اور کھیل تماشہ نفس کے موافق ہے۔اور ان میں لذت ہوتی ہے اس بناء پر معاملہ برعکس (الٹا) ہونا چاہئے تھا۔

بلکہ حقیقت اس کی دوسری ہے وہ یہ کہ نیند یکسوئی سے آتی ہے کھیل تماشہ میں یکسوئی نہیں ہوتی ہر جزء (حصہ) میں جدا جدا لذت ہوتی ہے جس پر مستقل توجہ کی جاتی ہے اس سے توجہ بٹ جاتی ہے اس لئے نیند نہیں آتی بخلاف نماز کے کہ جب اس کو شروع کردیا تو چونکہ وہ ہم کو ایسی یاد ہوتی ہے کہ سوچنے اور غور کرنے کی اس

[1] شعبان فی شعبان ص ۹۵

میں حاجت ہی نہیں ہوتی۔اس لئے نماز میں توجہ کے متجدد(نیا کرنے اور بانٹنے)والی کوئی چیز نہیں(جس کی وجہ سے)اس میں یکسوئی ہوجاتی ہے اس لئے نیند آجاتی ہے اسی طرح وعظ کو سمجھ لو کہ جہاں وعظ شروع ہوگیا اور اس طرف کان لگ گئے بس یکسوئی ہوگئی اور نیند آنے لگی۔اور کھیل تماشہ میں توجہ بٹی رہتی ہے یکسوئی نہیں ہوتی۔اس لئے نیند بھی نہیں آتی۔باقی شاہ صاحب کا کلام مخاطب کی خاص حالت کے اعتبار سے ایک لطیفہ ہے خلاصہ یہ ہے کہ یکسوئی میں نیند آتی ہے۔ (۴۳)

شب بیداری کے لئے جمع ہونا

ایک زیادتی اس میں یہ کی گئی ہے کہ بعض لوگ شب بیداری کے لئے فرائض سے زیادہ اس میں لوگوں کو جمع کرنے کا اہتمام کرتے ہیں۔

ہر چند کہ اجتماع سے (یعنی ایک ساتھ جمع ہوکر)شب بیداری سہل تو ہوجاتی ہے مگر نفل عبادت کے لئے لوگوں کو ایسے اہتمام سے بلانا اور جمع کرنا یہ خود شریعت کے خلاف ہے۔البتہ اتفاقاً کچھ لوگ جمع ہوگئے اس کا مضائقہ نہیں بہتر یہ ہے کہ گھر کے لوگ جمع ہوکر عبادت کریں۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عثمان بن ابی العاص کسی ختنہ میں بلائے گئے آپ نے انکار فرمادیا۔کسی نے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں ہم لوگ ختنہ میں نہیں جاتے تھے،اور نہ اس کے لئے بلائے جاتے تھے۔روایت کیا اسکو احمد نے۔

اس سے معلوم ہوا کہ جس کام کے لئے لوگوں کو بلانا سنت سے ثابت نہیں اس کے لئے بلانے کو صحابی نے ناپسند فرمایا اور جانے سے انکار کیا اور وجہ اس کی یہ ہے کہ

بلانا اہتمام کی دلیل ہے تو شریعت نے جس امر کا (اتنا) اہتمام نہیں کیا (اور بلانے کی ترغیب نہیں دی) اس کا اہتمام کرنا دین میں (نئی بات) ایجاد کرنا ہے۔اسی وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو جب مسجد میں چاشت کی نماز کے لئے جمع دیکھا تو براہ انکار اس کو بدعت فرمایا۔اور اسی بناء پر فقہاء نے نفل جماعت کو مکروہ کہا ہے۔[۱]

شب برأت میں قبرستان جانا

حدیث شریف میں منقول ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس رات میں حق تعالیٰ کے حکم سے جنت البقیع میں تشریف لے گئے اور اہل بقیع یعنی مُردوں کے لئے استغفار کیا۔(اس سے معلوم ہوا کہ) پندرہویں شبِ شعبان میں مردوں کے قبرستان میں جا کر دعاء و استغفار کرنا مستحب ہے اور حدیث سے ثابت ہے۔[۲]

کھانے میں توسع منقول نہیں

اس سے زیادہ منقول نہیں، کھانے میں توسع بھی کہیں منقول نہیں جیسا کہ عاشورا میں بعض روایات وارد ہیں مگر لوگوں نے اس میں حلوے کا اختراع کر رکھا ہے ۔(اس کا بیان آگے آرہا ہے) بعض لوگ اس رات میں مسور کی دال ضرور پکاتے ہیں۔اس ایجاد کی وجہ آج تک معلوم نہیں ہوئی یہ بھی بے اصل ہے۔[۳]

شب برأت کو تہوار منانے کی شرعی حیثیت

شب برأت کے احکام دو قسم کے ہیں، ایک کرنے کے یعنی جن کا کرنا مستحب ہے دوسرے نہ کرنے کے جن کا کرنا بدعت ومعصیت ہے اور بدعت کو

---

۱ اصلاح الرسوم ص۱۲۹ شب مبارک ۴۳ ۲ ماثبت بالسنہ، ابن ابی شیبہ وترمذی ۳ زوال السنہ ص ۱۷

لوگ برا نہیں سمجھتے مگر حقیقت میں بدعت بہت بری چیز ہے۔ مثلاً یہ کہ اس شب کو تہوار بنا لیتے ہیں ،اور شب برأت کو عید وبقرعید کے مشابہ کرلیا ،خوشی منائی، کھانے پکائے بچوں کو عیدی دی ، اچھے کپڑے پہنے، آپس میں تہواری بھیجی، یہ سب اپنی من گھڑت اور شریعت کا مقابلہ ہے۔

اس کی ایسی مثال ہے کہ جیسے انگریزی قانون کے موافق تعطیلیں (چھٹیاں) مقرر ہوں اور کاتب یا ٹائپ پریس والوں نے ایک تعطیل بڑھا دی کہ جس روز کلکٹر صاحب کا تقرر ہوا تھا اس روز بھی تعطیل کردی جائے کیونکہ کہ وہ بڑے حاکم ہیں اس لئے ان کے تقرر کی خوشی میں مناسب ہے کہ تعطیل کر دی جائے تو اب اہل قانون سے جا کر پوچھ لو کہ اس پر سخت مقدمہ قائم ہوگا۔ سو اچھی خوشی منائی کہ جن کے تقرر کے لئے یہ کارروائی کی وہی مقدمہ قائم کرتے ہیں۔ خوشی کرنا بری بات نہیں سمجھی گئی لیکن اس میں ایک دوسرا جز مذموم ہے اور وہ گورنمنٹ کے مقرر کردہ احکام میں رعایا کو تبدیلی کرنا ہے اور اس وجہ سے مجموعہ فاسد ہوگیا اور یہ مقدمہ قائم ہوا۔

اسی طرح شب برأت میں کھانا (حلوا) پکانا کپڑے بدلنا، خوشی منانا ان امور پر اپنی ذات کے اعتبار سے عتاب نہیں مگر عتاب اس امر پر ہے کہ اس میں شریعت کے حکم کو اور قانون خداوندی کو بدلنا ہے، کیوں کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے تو صرف دو تہوار تجویز فرمائے۔ عید الفطر اور عید الاضحیٰ۔ اب اس کے سوا تیسرا تہوار تجویز کرنا شریعت کا مقابلہ اور احکام شرع میں تبدیلی کرنا ہے۔ لوگوں نے یہ دستور کر رکھا ہے کہ (شب برأت میں حلوا پکاتے ہیں اور تہوار کی طرح عزیزوں رشتہ داروں میں تقسیم کرتے ہیں سو یہ عید بنانا جائز نہیں ہاں اتنی تو وسعت ہے کہ

پندرہویں شب کو نہ کہ چودہ شعبان دن کو (اس لئے کہ فضیلت چودھویں شعبان کی نہیں) کھانا پکا کر خیرات کردیا جائے اور اگر زیادہ ہو اور ہمیشہ کسی رشتہ دار (یاپڑوسی) کو دینے کا معمول ہوتو اس روز بھی دے دے۔

ایک مولوی صاحب نے شب برأت کی عیدی میرے چھوٹے بھائی کو دی، میں نے ان مولوی صاحب کولکھ دیا کہ کیوں صاحب حلوا تو بدعت ہےاور یہ عیدی دینا بدعت نہیں؟ ان معلم صاحب نے سب لڑکوں کے پیسے واپس کردیئے ۔ یہ دین سے محبت کی دلیل ہے۔[۱]

شب برأت میں صرف تین امر ثابت ہیں

شب برأت میں صرف تین امر حدیث سے ثابت ہیں۔

۱۔ اول یہ کہ قبرستان میں جا کر مردوں کے لئے دعاء کرے اوران کو پڑھ کر بخشے ،لیکن گروہ بن کر (جماعت بنا کر) نہیں جانا چاہئے بلکہ اپنے اپنے طور پر جس کو جیسا اتفاق ہو چلے جائیں اور سنت میں صرف اسی قدر منقول ہے۔مگر چونکہ اس کی غرض مُردوں کے لئے ایصال ثواب تھا اس لئے اس پر ایصال ثواب کے دوسرے طریقوں کو قیاس کر سکتے ہیں یعنی یہ کہ عبادت مالیہ کا بھی ثواب پہنچادیں (غریبوں محتاجوں کوصدقہ وغیرہ دے کر ثواب پہنچادیں) لہٰذا اگر کچھ کھانا وغیرہ حلوے کی قید کے بغیر کچھ پکا کر ایصالِ ثواب کریں تو مضائقہ نہیں۔

۲۔ دوسرے یہ کہ پندرہویں رات کو عبادت کریں۔

۳۔ تیسرے یہ کہ پندرہ تاریخ کو روزہ رکھیں۔

بس یہ تین امور تو مستحب ہیں باقی سب خرافات ہیں۔جس وقت میں یہ

[۱] شعبان ملحقہ حقیقت عبادت ص۵۱۴

رسمیں ایجاد ہوئی ہوں گی، ممکن ہے کہ اس وقت کوئی مصلحت ہو لیکن اب چونکہ ان کو ضروری سمجھنے لگے ہیں اس لئے اگر کوئی مصلحت بھی ہوتی تب بھی مفسدہ کی وجہ سے اس مصلحت کا اعتبار نہ کیا جاتا ہے جیسا کہ فقہ کا قاعدہ ہے۔[۱]

اس رات میں خصوصیت کے ساتھ مردوں کے لئے صدقہ وخیرات وغیرہ کے ذریعہ ایصال ثواب کرنا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم (اس رات میں) قبرستان تشریف لے گئے اور مردوں کے لئے استغفار فرمایا، اس سے صرف اس قدر ثابت ہوسکتا ہے کہ مردوں کو اس رات میں نفع پہنچاؤ۔ باقی اور پابندیاں کوئی چیز نہیں۔ ثواب پہنچانے کے لئے قرآن شریف پڑھو، نماز پڑھو، خیرات بھی چاہو کردو، مگر حلوے کی تخصیص کیسی؟ کچا اناج بھی کافی ہے پیسے بھی کافی ہیں۔[۲]

(خلاصہ یہ ہے کہ) اگر کچھ صدقہ خیرات یا کھانا وغیرہ بھی پکا کر بخش دیا جائے کوئی مضائقہ نہیں۔

تنبیہ: مضمون بالا میں بعض علماء نے کلام فرمایا ہے اور محاکمہ کے بعد احقر نے اس سے رجوع کرلیا ہے پس اِس پر وقت کی تخصیص کے ساتھ عمل نہ کیا جائے۔[۳]

احقر کے دعوے کا دوسرا جزیہ تھا کہ (قبرستان جاکر مردوں کے لئے) دعاء کرنا تو حدیث سے ثابت ہے اور اس دعاء پر ایصال ثواب کے دوسرے طریقوں کو قیاس کیا جاسکتا ہے اپنے (دوسرے) دعوے سے رجوع کرتا ہوں۔[۳]

---

[۱] وعظ ذم ہویٰ ملحقہ آداب انسانیت ص ۱۴، ۱۳۲۹ھ [۲] وعظ شب مبارک مورخہ ۱۳۳۶ھ ص ۵۳
[۳] زوالسنہ ص ۱۷ [۳] امداد الفتاویٰ ص ۲۸ ج ۴ مورخہ ۱۳۳۳ھ

فصل

اس رات میں گناہ بھی زیادہ ہوتا ہے

اب ایک اور اہم بات کی طرف آپ حضرات کو متوجہ کرتا ہوں وہ یہ کہ حدیث شریف سے اس رات کی فضیلت ثابت ہے اور جس وقت میں فضیلت ہوگی۔ اس میں معصیت (گناہ کے کام) بھی بہ نسبت دوسرے اوقات کے بہت برے ہوں گے۔ جیسے مکان (جگہ) کا حکم ہے اسی طرح زمانہ کا بھی حکم ہے مثلا ایک گناہ تو معمولی جگہ پر کرنا ہے اور ایک مسجد میں گناہ کرنا (تو یہ) زیادہ برا ہے۔

اسی طرح ایک تو گناہ کرنا دوسرے اوقات میں اور ایک متبرک اوقات مثلاً رمضان شریف میں گناہ کرنا یہ بہت برا ہے ۔اور یہ رات بھی متبرک ہے تو اس میں اور اوقات کے مقابلہ میں گناہ بھی سخت ہوگا۔

شب برأت میں یہ خرافات (آتشبازی وغیرہ) کرنا جو کہ نہایت بابرکت رات ہے (کس قدر گناہ کی بات ہے) جب کہ یہ بات مقرر ہے کہ متبرک اوقات میں جس طرح طاعت کرنے سے اجر بڑھتا ہے اسی طرح معصیت کرنے سے گناہ بھی زائد ہو جاتا ہے۔[۱]

شب برأت میں دو قسم کے گناہ

اس رات میں جو گناہ کئے جاتے ہیں وہ دو قسم کے ہیں۔ ایک وہ جو کہ عبادت کے رنگ میں نہیں ہیں اس کا برا ہونا تو بالکل ظاہر ہے جیسے اس رات میں آتشبازی چھوڑی جاتی ہے جس کی وہ مثل ہے کہ گھر پھونک تماشہ دیکھ، اس میں کبھی

---

[۱] اصلاح الرسوم ص ۷۲ فصل سوم

ہاتھ جل جاتے ہیں۔ مال اور جان دونوں کا نقصان ہوتا ہے، گناہ ہونے کے علاوہ اس میں دنیا کا بھی تو نقصان ہے۔

دوسری قسم جو کہ گناہ عبادت کے رنگ میں ہے وہ کیا ہے؟ بدعت چنانچہ اس رات میں ایک بدعت بھی عوام میں جاری ہے اگر چہ ہمارے یہاں نہیں ہے۔ مگر (جاہل لوگ) اور بعض بوڑھی عورتیں اب بھی اس کو جاری کئے ہوئے ہیں، جیسے حلوا، اور چونکہ بدعت میں مزہ بہت ہے اس لئے تاویلیں کر کر کے اس کو جائز کرنا چاہتے ہیں اور منع کرنے سے نہیں مانتے غرض چونکہ بدعت بھی ایک گناہ ہے اس بابرکت رات میں ان گناہوں کا ارتکاب زیادہ برا ہوگا۔[۱]

شب برأت کے چند منکرات

''ماثبت بالسنۃ'' کے مؤلف (شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ) نے فرمایا ہے کہ (اس رات کی) بیہودہ بدعات میں سے ایک یہ ہے جو کہ ہندوستان کے اکثر شہروں میں پھیلی ہوئی ہے یعنی چراغوں کا جلانا۔ اور ان کا مکانوں اور دیواروں پر رکھنا۔ اور اس پر فخر کرنا (کہ ہم نے زیادہ روشنی کی ہے) اور لوگوں کا کھیل کود کے لئے جمع ہونا۔ اور آگ کے ساتھ کھیلنا، اور آتشبازی جلانا، (سب ناجائز ہے)[۲]

اس رات میں برتنوں کا بدلنا اور گھر لیپنا اور چراغوں کا زیادہ روشن کرنا بلادلیل ہے، اور لہولعب کے لئے جمع ہونا، آتشبازی میں مشغول ہونا، اس ماہ کے منکرات میں سے ہے (یعنی ناجائز ہے) ظن غالب یہ ہے کہ یہ رسم ہندوؤں کی رسم یعنی دیوالی سے لی گئی ہے، جاہل مسلمانوں نے اس کو لے لیا ہے۔

احقر کا ظن غالب یہ ہے کہ قریب قریب تمام رسوم و بدعات مثلاً سوم چہلم وغیرہ ہنود سے لئے گئے ہیں۔[۳]

[۱] شعبان فی شعبان ص ۶۷ [۲] خطبات الاحکام ۱۷۷ [۳] زوال السنۃ عن اعمال السنۃ ص ۱۸

آتشبازی

آتشبازی ایسی منکر(ناگوار) حرکت ہے کہ اس کے نام ہی میں اس کے منکر ہونے کا اقرار ہے، نام بھی ایسا الہام کیا گیا جس میں آتش (آگ) بھی ہے اور بازی بھی ہے۔نام ہی سے معلوم ہوتا ہے کہ خطرہ کی چیز ہے اور لہولعب (کھیل کود) ہے۔بھلا آگ سے تلبس (تعلق اور لگاؤ) ہونا بھی کوئی اچھی بات ہے؟

حدیث شریف میں تو یہاں تک ارشاد ہے کہ سوتے وقت چراغ کو گل کردو جو کہ عادۃً دور ہی رکھا جاتا ہے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو بھی جلتا ہوا چھوڑنا پسند نہیں کیا کیوں کہ خطرہ سے خالی نہیں۔

اور اس آتشبازی کے متعلق تو واقعات ہوتے رہتے ہیں پھر تلبس قریب (یعنی آگ کے اتنا قریب ہونے) سے ممانعت کیوں نہ ہوگی واقعی بڑے خطرہ کی چیز ہے چنانچہ بہت سے واقعات اس کی بدولت ہر سال پیش آتے ہیں۔کسی کا ہاتھ جل گیا،کسی کی جان چلی گئی،کسی کا مکان خاک سیاہ ہوگیا،دکان پھک گئی۔اور اگر کچھ بھی نہ ہوا تو اتلاف مال (یعنی بلاوجہ مال کا برباد کرنا) تو ضرور ہی ہے۔[1]

آتشبازی کی اصل

اس آتشبازی کی اصل دیکھی جائے تو یہ نکلتی ہے کہ ''برامکہ'' ایک قوم ہے۔یہ اصل میں آتش (آگ) پرست تھے۔پھر اسلام لے آئے ان میں اپنے لوگ بھی تھے مگر بعض میں آتش پرستی کا مادہ موجود تھا یہ فعل ان کا ایجاد کیا ہوا ہے۔تاکہ

[1] شب قدر ص ۴۷

اس بہانہ آگ کی طرف توجہ رکھیں پھر دیکھا دیکھی دوسرے مسلمانوں نے بھی اس کو اختیار کرلیا۔ جب اس کا ماخذ یعنی اس کی اصل کفر ہے تو یہ (عمل کفر) کا شعبہ ہوا، اس کو دوسرے گناہوں سے زیادہ اہتمام سے چھوڑ دینا چاہئے۔[1]

غالبًا یہ عمل ہنود کی دیوالی سے لیا گیا ہے، علی بن ابراہیم کا قول ہے کہ زیادہ روشنی کرنا یہ بعض برامکہ سے شروع ہوا ہے۔ یہ لوگ اصل میں آتش پرست تھے جب اسلام لائے تو انہوں نے یہ رسم اسلام میں داخل کی تاکہ مسلمانوں کے ساتھ نماز پڑھتے وقت آگ کو سجدہ کریں، پھر ائمہ ہدیٰ (علماء) نے آٹھویں صدی کے شروع میں بلاد مصر وشام میں ان منکرات کا خوب قلع قمع کیا۔ ھٰذا کلہ' من "ماثبت بالسنة" للشیخ الدھلوی۔[2]

آتشبازی کی خرابیاں اورنقصانات

آتشبازی میں متعدد (بہت سی) خرابیاں جمع ہیں۔

☆ مال کا ضائع کرنا، جس کا حرام ہونا قرآن مجید میں صراحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

☆ اپنی جان کو یا اپنے بچوں کو یا پاس پڑوس والوں کو خطرہ میں ڈالنا۔

☆ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اپنی جانوں کو ہلاکت میں مت ڈالو۔ اسی واسطے حدیث شریف بلاضرورت آگ کے تلبس وقرب (یعنی آگ سے تعلق رکھنے اور قریب ہونے) سے ممانعت آئی ہے۔ چنانچہ کھلی آگ اور جلتا چراغ چھوڑ کر سونے کو منع فرمایا ہے۔

[1] شب قدر ص ۱۵ ص ۲۷ [2] زوال السنۃ عن اعمال السنۃ ص ۱۸ و ۲۱

☆ آتشبازی کے آلات میں کاغذ بھی صرف ہوتا ہے جو علم کے آلات (ذرائع) میں سے ہے اور آلاتِ علم کی بے ادبی خود بہت برا ہے پھر غضب یہ کہ لکھے ہوئے کاغذ بھی استعمال ہوتے ہیں خواہ اس پر کچھ ہی لکھا ہوا ہو۔ قرآن یا حدیث (یہ کتنی بڑی بے ادبی کی بات ہے)

(آتشبازی میں) بچوں کو شروع ہی سے گناہ کی تعلیم ہوتی ہے جن کے واسطے شرعی حکم ہے کہ ان کو علم وعمل سکھلاؤ۔ گویا نعوذ باللہ حکم شرعی کا پورا مقابلہ ہے۔

آتشبازی (پٹاخے) اوپر کو چھوڑے جاتے ہیں اول تو (بسا اوقات) بعض لوگوں کے سر پر آ کر گرتے ہیں۔ اور لوگوں کے چوٹ لگتی ہے اس کے علاوہ اس میں یاجوج ماجوج کی مشابہت ہے جس طرح وہ آسمان کی طرف تیر چلائیں گے (اسی طرح یہ آتشبازی بھی ہے) اور گناہ کی مشابہت حرام ہے۔[۱]

ہم مال کے مالک نہیں جہاں چاہیں خرچ کر دیں

سارا مال خدا ہی کی ملک ہے تم محض خزانچی ہو، تم ایسے ہو جیسے غلام ہوتا ہے مالک صرف اللہ تعالیٰ ہیں۔ چنانچہ ارشاد ہے:

وَلِلّٰهِ خَزَائِنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ.

ترجمہ: اور اللہ ہی کے لئے آسمان وزمین کے خزانے میں اور اللہ ہی کے لئے آسمان وزمین کی میراث ہے۔

ہمیں یہ اجازت نہیں کہ اس کو جیسے چاہیں خرچ کریں۔ خدا کا مال ہے اس کے متعلق قیامت میں سوال ہوگا کہ تم نے کہاں سے کمایا اور کہاں کہاں خرچ کیا۔ پس جب بچوں کو آتشبازی کے لئے پیسے دینا شرعاً حرام ہے تو تم دینے والے کون

[۱] اصلاح الرسوم ص ۱۷۱ ج ۱

ہو، ہرگز مت دو۔ اور ضد کرنے پر مارو، کھیل تماشہ میں بھی انگومت کھڑا ہونے دو۔

بچے اگر ضد کرتے ہوں!

اور اگر سچ مچ بچے ضد ہی کرتے ہوں تب بھی یہ عذر قابل قبول نہیں دیکھو اگر تمہارا بچہ باغیوں میں شامل ہو کر گولا (بم) چھوڑنے لگے تو تم اس کو روکو گے یا نہیں؟ ضرور روکو گے۔ اگر روکو گے اور نہ مانے گا تو زبردستی روکو گے۔ اسی طرح یہاں کیوں نہیں روکا جاتا، بس یوں کہو کہ گناہ کو برا ہی نہیں سمجھتے۔ اگر تم خود معصیت کو برا سمجھتے تو بچوں کو اس کی عادت کیوں ڈالتے بھلا بچے اگر ضد کر کے سانپ مانگنے لگیں تو کیا دے دو گے؟ پھر جس چیز کو خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مضر (نقصان والی چیز) کہا ہے تو کیا وجہ ہے کہ اس کی عادت ڈالی جاتی ہے؟ معلوم ہوا کہ خدا اور رسول کے فرمانے کی قدر نہیں۔[1]

بڑوں بوڑھوں سے تعجب

اور زیادہ تعجب ان بڑوں بوڑھوں پر ہے جن کے دل میں یہ ہوتا ہے کہ ہم خود تماشہ دیکھیں مگر چوں کہ وقار کے خلاف ہے (بدنامی سے ڈرتے ہیں) اس لئے بچوں کو آڑ بناتے ہیں۔ اور عذر یہ کرتے ہیں کہ بچے نہیں مانتے۔ تماشوں میں بچوں کو ساتھ لے جاتے ہیں۔

صاحبو! ان بچوں کو کیوں بدنام کرتے ہو بلکہ تمہاری گود میں ایک بچہ ہے جس کو نفس کہتے ہیں، وہ تم کو لے جاتا ہے۔ ظاہر میں بچوں کو پیسے دیتے ہو، اور مقصود خود تماشہ دیکھنا ہوتا ہے۔ اپنی غرض کے لئے اولاد کے اخلاق بگاڑ رہے ہو۔[2]

[1] شب مبارک [2] شب مبارک

فصل

شب برأت کا حلوہ

(شب برات میں) ایک گناہ عبادت کے رنگ میں کیا جاتا ہے یعنی اس تاریخ کو تہوار منایا جاتا ہے۔ اس سے انکار نہیں کہ یہ عبادت کی رات ہے۔

مگر اس میں (صرف عبادت ہی ثابت ہے) اس سے زیادہ منقول نہیں کھانے میں توسع (یعنی خصوصیت کے ساتھ خوب اچھے کھانے پکانا) بھی کہیں منقول نہیں۔ جیسا کہ عاشوراء (دسویں محرم) کے متعلق بعض روایات وارد ہیں۔ مگر لوگوں نے اس میں حلوہ کا اختراع کیا ہے۔ (یعنی اپنی طرف سے گڑھ لیا ہے) اور اس کے متعلق عجیب عجیب روایات گڑھی ہیں۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دندان مبارک شہید ہوا تھا آپ نے حلوہ نوش فرمایا تھا۔ یہ بالکل موضوع اور غلط قصہ ہے اس کا اعتقاد کرنا ہرگز جائز نہیں۔ بلکہ عقلاً بھی ممکن نہیں۔ اس لئے کہ یہ واقعہ شوال میں ہوا، نہ کہ شعبان میں۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت ان دنوں میں ہوئی تھی۔ یہ ان کی فاتحہ ہے۔ یہ بھی محض بے اصل ہے اور یہ واقعہ تاریخ کے بالکل ہی خلاف ہے کیوں کی حضرت حمزہؓ کی وفات شعبان میں نہیں ہوئی تھی بلکہ شوال میں ہوئی ہے۔

اگر یہ کہو کہ وفات گو شعبان میں نہیں ہوئی۔ مگر جو شعبان بعد میں آیا تھا۔

اس میں ان کی فاتحہ دلائی گئی تھی۔اس کا جواب یہ ہے کہ اول تو تاریخ کے تعین کی ضرورت نہیں (دوسرے) اتنے دنوں بعد فاتحہ کیسی؟ پھر تم اس کا ثبوت دو کہ شعبان میں ان کی فاتحہ دلائی گئی تھی۔اور یہ بھی ثابت کرو کہ اس میں حلوہ ہی پکا تھا۔غرض یہ باتیں بالکل گڑھی ہوئی۔[1]

(بالفرض اگر ثابت بھی ہو کہ حلوہ پکا، اور فاتحہ دلائی گئی۔اس سے یہ مسئلہ کیسے بن گیا کہ ہمارے لئے بھی حلوہ پکانا سنت ہو گیا۔سنت وشریعت تو وہ عمل کہلاتا ہے جس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور عبادت کے فرمایا ہو۔)

حلوہ پکانے میں بعض اعتقادی وعملی خرابیاں

سب سے بڑی خرابی تو یہی ہے کہ خصوصیت کے ساتھ اس دن حلوہ پکانے اور کھانے کو دین اور عبادت سمجھتے ہیں حالانکہ اس کا کوئی ثبوت نہیں۔

حلوے کی ایسی پابندی ہوتی ہے کہ اس کے بغیر سمجھتے ہیں شب براَت ہی نہیں ہوئی۔اس پابندی میں اکثر عقیدہ کا فساد بھی ہو جاتا ہے کہ اس کو مؤکد اور ضروری سمجھنے لگتے ہیں۔

نیز عملی فساد بھی ہو جاتا ہے کہ فرائض وواجبات سے زیادہ اسکا اہتمام کرنے لگتے ہیں۔اور ان دونوں کا معصیت ہونا (اصلاح الرسوم کی) فصل اول میں تشریح کے ساتھ بیان ہو چکا ہے۔

ان خرابیوں کے علاوہ تجربہ سے ایک اور خرابی ثابت ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ نیت بھی فاسد ہو جاتی ہے ثواب وغیرہ بھی کچھ مقصود نہیں رہتا، یہ خیال ہو جاتا ہے

---

[1] شب مبارک ۵۲

کہ اگر اب کی سے نہ کیا (یعنی حلوہ نہ بنایا) تو لوگ کہیں گے کہ اب کی غربت ناداری نے گھیر لیا ہے۔اس الزام کو دفع کرنے کے واسطے جس طرح بن پڑتا ہے مر مار کر (اس رسم) کو کرتا ہے۔ایسی نیت سے خرچ کرنا محض اسراف اور تفاخر ہے۔ (جو بڑے گناہ کی بات ہے) کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اس کے لئے سودی قرض بھی لینا پڑتا ہے یہ جدا گناہ ہے۔جو لوگ اعانت (مدد) کے مستحق (اور محتاج) ہیں ان کو کوئی بھی نہیں دیتا۔یا ادنیٰ درجہ کا (سستا والا) پکا کر ان کو دیا جاتا ہے،اکثر مالداروں برادری کے لوگوں کو بطور معاوضہ کے دیتے لیتے ہیں اور اس میں نیت یہی ہوتی ہے کہ فلاں شخص نے ہمارے یہاں بھیجا ہے اگر ہم نہ بھیجیں گے تو وہ کیا کہے گا۔غرض اس میں بھی وہی ریا، (دکھلاوا) اور تفاخر ہو جاتا ہے۔[1]

حلوہ کے لئے اگر بچے ضد کریں

بعض لوگ یوں کہتے ہیں کہ حلوے کے لئے بچے ضد کرتے ہیں (تب بھی پکانا جائز نہیں) اس کا جواب یہ کہ:

اعتقادی اور عملی غلطیوں سے بچتے ہوئے اس کو دین اور عبادت نہ سمجھ کر بغیر رسم اور بغیر دن کی تخصیص کے دو چار دن پہلے پکا لو اس دن نہ پکاؤ۔[2]

کیا شب برأت میں روحیں آتی ہیں

بعض لوگ کہتے ہیں شب برات میں روحیں آتی ہیں لیکن ظاہر ہے کہ روحوں کا آنا یا تو مشاہدہ سے ثابت ہوگا۔اور یا وحی سے،تو مشاہدہ تو ظاہر ہے کہ نہیں

[1] اصلاح الرسوم ۱۲۹ [2] شب مبارک التبلیغ ص ۵۳ ج ۸

(یعنی کسی نے شب برأت میں روحوں کو آتے ہوئے نہیں دیکھا) رہ گئی وحی تو اس سے بھی کہیں ثابت نہیں ۔ بلکہ وحی تو اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ روحیں یہاں نہیں آتیں۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمِنْ وَّرَائِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ (پ۱۸)

حاصل یہ کہ روح اوراس عالم کے درمیان قیامت تک کے لئے ایک پردہ ہے جواس کواس طرف نہیں آنے دیتا۔

بعض لوگوں کا یہ عقیدہ ہے کہ اگر کوئی اس رات میں ایصالِ ثواب (فاتحہ) نہ کرے تو روحیں کوستی ہوئی جاتی ہیں (یہ بھی غلط ہے)

خوب یادرکھنا چاہئے کہ مردہ کو ایصال ثواب (فاتحہ) کرنا یہ نفل ہے اور نفل کے چھوڑنے پر ملامت کرنا یا بددعاء کرنا گناہ ہے۔اس عقیدہ سے تو لازم آتا ہے کہ مردہ بھی گناہ کرتا ہے۔حالانکہ مرنے کے بعد انسان گناہ نہیں کرسکتا۔غرض یہ سب امور بے اصل ہیں۔[1]

عرفہ یعنی نئے مُردوں کو پرانے مُردوں میں ملانے کے لئے فاتحہ دلانا لغو ہے

بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ شب برأت سے پہلے اگر کوئی مرجائے تو جب تک شب برأت کو اس کی فاتحہ نہ دلائی جائے وہ مردوں میں شامل نہیں ہوتا۔ یہ بالکل لغو بات ہے۔حدیثوں میں صاف مذکور ہے کہ جب مردہ مرتا ہے تو مرتے ہی اپنے جیسے لوگوں میں جا پہنچتا ہے۔یہ نہیں کہ شب برأت تک اٹکا رہتا ہے۔[2]

---

[1] ذم ہویٰ،آداب انسانیت ص۶۴ج ۱۹ [2] اصلاح الرسوم ص۱۲۸ از وال السنہ ص۱۸

بعض شہروں میں شب برأت سے ایک دن پہلے عرفہ مشہور ہے کہ شب برأت میں تو پرانے مردوں کو ثواب پہنچاتے ہیں۔اور ایک دن پہلے نئے مردوں کو تا کہ وہ پرانے مردوں میں شامل ہو جائیں ۔ ورنہ شامل نہیں کئے جاتے۔ بھلا بتلایئے اس کی کیا اصل ہے؟ علماء ایسی بے اصل باتوں سے منع کرتے ہیں۔تو لوگ کہتے ہیں کہ مولوی وہابی ہو گئے۔صاحبو! ان رسموں کی کوئی اصل نہیں۔[1]

[1] شب مبارک التبلیغ ص۵۴ ج۸ آداب انسانیت ص۴۸

فصل

شعبان کے روزے

شعبان کے تین جزء ہیں۔ایک خاص نصف شعبان کا دن دوسرا اس کے پہلے۔تیسرا اس کے بعد تینوں کا حکم جدا جدا ہے۔

پندرہ شعبان سے پہلے روزہ رکھنے کا حکم

نصف شعبان سے پہلے روزہ رکھنا تو جائز ہے یعنی بلا خاص استحباب اور بلا کراہت کے (یعنی نہ مستحب ہے نہ مکروہ ہے بس نفلی روزہ ہے) جیسے اور ایام کے روزے ہیں ویسے ہی نصف شعبان سے پہلے کے روزے ہیں۔ان میں کوئی تخصیص نہیں، ہاں روزہ رکھنے سے ثواب ملے گا اور نفس روزہ کی فضیلت حاصل ہوگی کیونکہ ایام منہیہ یعنی جن دنوں میں روزہ رکھنا حرام ہے (جیسے عید بقرعید) کے علاوہ سب دنوں میں روزہ رکھنا جائز ہے۔[۱]

عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال:سئل النبی صلی اللہ علیہ وسلم ای الصوم افضل بعد رمضان؟ قال شعبان لتعظیم رمضان.[۲]

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ رمضان کے بعد کون سے مہینے کے روزے زیادہ فضیلت والے ہیں؟ آپ نے فرمایا شعبان کے روزے جو رمضان کی تعظیم (تیاری) کے لئے رکھے جائیں۔

---

[۱] التبلیغ ص۶۶ ج۸ [۲] ترمذی شریف ص ۱۴۴ ج ۱

نصف شعبان کے روزہ کا حکم

دوسرا جزء خاص نصف شعبان ہے جس کو پندرہ تاریخ کہتے ہیں۔اس کا روزہ مستحب ہے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا **اذانتصف شعبان فلا تصوموا۔**

(ابوداؤد، ترمذی، دارمی عن ابی ہریرہ، تحفۃ الاحوذی ص۳۶۲ ج۳)

یعنی جب آدھا شعبان ہوجایا کرتے تو روزہ مت رکھا کرو مطلب یہ کہ نصف شعبان کے بعد روزہ رکھنا مناسب نہیں (اس حدیث کے) ظاہری لفظوں کا مطلب تو یہی ہے (لیکن) ساتھ ہی ساتھ غور سے دیکھا جائے تو اس میں نصف شعبان کے روزہ کے جواز کی طرف اشارہ ہے۔کیونکہ یوں فرمارہے ہیں کہ جب نصف شعبان ہو چکے تو روزہ مت رکھو۔اور نصف شعبان ہو چکنے کا تحقق یوم وسط (یعنی پندرہ شعبان کے گذرنے کے بعد ہوتا ہے نہ کہ اس سے پہلے۔تو آگے روزہ رکھنے سے (یعنی پندرہ کے بعد سے) ممانعت ہوئی۔اوراس سے پہلے کی نہیں۔اور نصف شعبان سے پہلے میں خود نصف شعبان بھی داخل ہے تو اس میں اشارہ ہوگیا نصف شعبان کے ممنوع نہ ہونے کی طرف۔

رہا یہ کہ جب اس کی ممانعت نہیں ہے تو وہ جائز ہے یا مستحب؟ سو دونوں ہی باتیں ہوسکتی ہیں۔اس کے لئے دوسری دلیل کی ضرورت ہے۔سو دوسرے دلائل سے معلوم ہوا ہے کہ نصف شعبان کا روزہ رکھنا مستحب ہے۔

پندرہویں شعبان کا روزہ حدیث کی روشنی میں

اس رات کے احکام یہ ہیں جو بیان ہوئے۔

اور دن کے احکام یہ ہیں، کہ دن کو روزہ رکھو یعنی پندرہویں تاریخ کو،

حدیث شریف میں ہے!

اذا کانت لیلۃ النصف من شعبان فقوموا لیلھا وصوموا نھارھا[۱]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب نصف شعبان کی رات ہو تو اس رات کو عبادت کرو۔ اور اس کے دن میں روزہ رکھو۔ بس اس تاریخ کے متعلق (دن میں) صرف یہ حکم ہے۔

مسئلہ: شب برأت کی پندرہویں اور عید کے چھ دن نفل روزے رکھنے کا بھی اور نفلوں سے زیادہ ثواب ہے۔[۲]

نصف شعبان کے بعد روزہ رکھنے کا حکم

شعبان کا تیسرا جزء نصف شعبان کے بعد کا ہے۔ (اس کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ **اذانتصف شعبان فلا تصوموا**۔ (ترمذی ابوداؤد)
مطلب یہ ہے کہ آدھا شعبان ہوجایا کرے تو روزہ مت رکھا کرو۔ فقہاء کا اتفاق ہے کہ یہ نہی (ممانعت) تحریمی نہیں ہے بلکہ ارشادی ہے یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم مشورہ دیتے ہیں کہ نصف شعبان کے بعد روزہ رکھنا مناسب نہیں۔[۳]

نصف شعبان کے بعد روزہ ممنوع ہونے کی حکمت

دین میں نہایت سہولت ہے (اس لئے اس کے احکام میں یہ بھی ہدایت ہے کہ) کام اس طرح کرو کہ نشاط (چستی) باقی رہے۔ اگر نشاط نہ ہو تو اس

---

[۱] ابن ماجہ، بیہقی عن علی، تحفۃ الاحوذی ص۳۶۶ ج۳ ماثبت بالسنہ، روح المعانی ص۱۱۳ ج۲۵ اشعۃ اللمعات ص۵۴۹ ج۱ [۲] بہشتی زیور ص۱۰ ج۳ [۳] شعبان فی شعبان ص۶۶ ج۸ ☆ قال المبارکفوری لم اجد فی صوم یوم لیلۃ النصف من شعبان حدیثا مرفوعا صحیحا واما حدیث علی فقد عرفت انہ ضعیف جداً (تحفہ ۳/۳۶۸)

کی تدبیر کرو۔اور اگر نشاط کے خلاف عوارض پیش آجائیں تو عمل مت چھوڑو بلکہ عوارض کو دور کرنے کی تدبیر کرو۔اس حدیث شریف میں عمل کرنے والوں کا علاج بیان کیا گیا ہے کہ نصف شعبان کے بعد روزہ مت رکھو تاکہ نشاط باقی رہے۔نفس پر زیادہ تشدد (سختی) مت کرو۔ بلکہ رمضان سے پہلے اسکو راحت میں رکھو۔[۱]

(الغرض) حضور ﷺ نے نصف شعبان کے بعد روزہ رکھنے کی جو ممانعت فرمائی ہے،اس کی حکمت یہ ہے کہ نصف شعبان کے بعد روزہ نہ رکھنے سے رمضان میں قوت حاصل ہوگی اور اسی حکمت سے اس ممانعت کا درجہ بھی متعین ہوگیا کہ یہ ممانعت ارشادی ہے۔(یعنی اگر نصف شعبان کے بعد کوئی روزہ رکھ لے تو کوئی گناہ نہیں)

شریعت میں ہر ہر قدم پر سہولت ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصود یہ ہے کہ کسی طرح کام ہو اسی لئے سہولت کی رعایت ہے۔اور اس سہولت کی (وجہ) یہی ہے کہ انسان سہولت سے کام کرتا ہے اسی لئے اذا انتصف شعبان فلا تصوموا دونوں قسموں کو شامل ہے یعنی اس میں کاہلوں اور عمل کرنے والوں دونوں کو سہولت کا طریقہ بتلا دیا اور جب حد سے زیادتی ہوگی تو کام نہ ہو سکے گا۔بعض لوگ (نفس پر) سختی کریں گے اور نصف شعبان کے بعد رمضان تک روزے رکھیں گے ان کو رمضان میں مصیبت نظر آئے گی۔اور جو لوگ نصف شعبان کا بھی روزہ نہ رکھیں گے۔ان کو بھی رمضان کے روزے آنے سے جاڑہ چڑھے گا۔غرض ہر صورت میں کام نہ ہو سکے گا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصود ہے کہ کام ہو جائے (اس لئے آپ نے ایسا حکم فرمایا)[۲]

---

[۱] قال القاری فی شرح المشکوٰۃ والنھی للتنزیہ رحمۃ علی الامۃ ان یضعفوا عن حق القیام بصیام رمضان علی وجہ النشاط... قال القاضی فاما من قدر فلا نھی لہ (تحفۃ الأحوذی ص ۳۶۳ ج ۳) [۲] التبلیغ ۱۰۹ ج ۸

پندرہویں شب کو جاگنے اور دن میں روزہ رکھنے کی حکمت

میرا ذوق یہ کہتا ہے کہ رمضان شریف میں جو جاگنا ہوگا اس رات میں جاگنا اس کا نمونہ ہے۔ اور اس دن کا روزہ رمضان شریف کے روزوں کا نمونہ ہے پس دونوں نمونے رمضان کے ہیں۔ ان نمونوں سے اصل کی ہمت ہو جائے گی۔

پھر اس روزہ کے بعد جو اور روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے وہ بھی رمضان کی تیاری کے لئے فرمایا ہے کہ جب آدھا شعبان ہو جائے تو روزہ مت رکھو۔ مطلب یہ ہے کہ رمضان کا سامان (انتظام) شروع کر دو یعنی کھاؤ پیؤ۔ اور رمضان کے لئے تیار ہو جاؤ۔ اور یہ امید رکھو کہ روزے آسان ہوں گے۔

پندرہویں شعبان کے روزہ کا حکم دے کر بتلا دیا کہ شعبان میں ایک دن کا روزہ رکھ کر دیکھو تو سہی۔ پھر رمضان کے روزوں سے نہیں ڈرو گے۔ کیونکہ پندرہویں شعبان کا زمانہ رمضان کے بالکل قریب ہے۔ اس کے بعد رمضان تک دنوں کی مقدار اور موسم کی کیفیت میں زیادہ فرق نہیں ہوتا۔ تو اس روزہ سے رمضان کا نمونہ معلوم ہو جائے گا کہ بس رمضان کے روزہ بھی ایسے ہی ہوں گے جیسا یہ ہے۔

پھر یہ بھی بتلا دیا کہ اس کے بعد پندرہ دن تک کھاتے پیتے رہو تو اس میں سہولت کا سامان بتلا دیا، جو لوگ کبھی روزہ نہیں رکھتے۔ رمضان شریف میں ان پر آفت آتی ہے جیسے جو حافظ قرآن کبھی نہیں پڑھتے تراویح میں ان کی عجیب کیفیت ہوتی ہے اور جو پڑھتے رہتے ہیں ان کو بالکل دقت پیش نہیں آتی۔

رمضان کی تیاری کے لئے ایک عرض یہ ہے کہ ابھی سے گناہوں کو چھوڑ دو، ورنہ اگر اب بھی مبتلا رہو گے تو رمضان میں کیسے چھوڑو گے۔ خصوصاً غیبت خاص

اہتمام سے چھوڑ دو۔ باقی جتنی باتیں ناجائز ہیں سب ہی چھوڑ دو۔ جن کی کمائی اچھی نہیں وہ ایسی کمائی چھوڑ دیں۔ اور اگر اس بلا میں گرفتار ہی ہیں اور مجبوری ہے تو کم از کم رمضان کے لئے تو نیک کمائی کا اہتمام کرلیں۔[1]

شب برأت کے احکام کا خلاصہ

۱۔☆ اس رات میں بیدار رہ کر عبادت کرنا خواہ خلوت میں یا جلوت میں (یعنی تنہائی میں یا مجمع میں) افضل ہے لیکن اجتماع کا اہتمام نہ کیا جائے۔

۲۔☆ شعبان کی پندرہویں تاریخ کو روزہ رکھنا مستحب ہے۔ اور بہت فضیلت آئی ہے۔

۳☆ پندرہویں شعبان میں مردوں کے لئے قبرستان میں جا کر دعاء و استغفار کرنا مستحب ہے اور حدیث سے ثابت ہے۔

اگر کچھ صدقہ خیرات یا کھانا وغیرہ بھی پکا کر بخش دیا جائے کوئی مضائقہ نہیں (یہ احقر کی سابقہ رائے تھی لیکن اب) احقر نے اس سے رجوع کرلیا ہے۔[2]

(اشرف علی)

۴۔☆ شب برأت کو خصوصیت کے ساتھ حلوا پکانا اور اس کو شرعی حکم جاننا زیادۃ فی الدین (بدعت) ہے۔

اس کے متعلق بعض لوگوں کا خیال ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دندان مبارک شہید ہوا تھا تو آپ نے حلوہ نوش فرمایا تھا۔ اور بعض کہتے ہیں کہ حضرت حمزہؓ کی شہادت اسی دن ہوئی تھی یہ ان کی فاتحہ ہے یہ سب بے اصل ہے یہ دونوں واقعے شوال کے ہیں۔

---

[1] شب مبارک ملحقہ حقیقت عبادت ص ۴۷۵ [2] زوال السنہ ص ۲۱

۵۔☆ بعض لوگ اس تاریخ میں مسور کی دال ضرور پکاتے ہیں یہ بھی بے اصل ہے۔

۶۔☆ آتشبازی خصوصاً اس رات میں بالکل معصیت (اور بڑا گناہ) ہے۔

۷۔☆ آتشبازی کے لئے اپنے بچوں کو پیسے دینا، یا ان کے لئے خریدنا یا اس کے لئے کسی قسم کی مدد کرنا بھی ناجائز ہے۔

۸۔☆ مکتب کے معلموں کو اس دن میں عید کی طرح تعطیل (چھٹی) بھی نہیں کرنا چاہئے۔

۹۔☆ اس رات میں برتنوں کا بدلنا، اور گھر لیپنا، اور چراغوں کا زیادہ روشن کرنا بلا دلیل ہے۔

۱۰۔☆ شعبان کے چاند کو اہتمام سے دیکھنے اور اسکی تاریخوں کا رمضان المبارک کے لئے خاص طور سے یاد رکھنے کا حدیث شریف میں حکم آیا ہے۔

۲۹؍شعبان کو اگر چاند نظر نہ آئے تو ۳۰؍کو گیارہ بجے تک شہادت کا انتظار کرنا چاہئے۔ اس خیال سے روزہ رکھنا کہ اگر رمضان ثابت ہوگیا تو یہ روزہ رمضان کا ہوجائے گا۔ ورنہ نفل ہوجائے گا۔ یہ مکروہ ہے۔ اس کی حدیث میں ممانعت آئی ہے۔[1]

تیس شعبان کو روزہ رکھنے کا حکم

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ۳۰؍شعبان کو ہمیشہ روزہ رکھ لیا کریں تو بہتر ہے۔ پھر اگر کہیں سے رمضان کے ثبوت کی خبریں آئیں تو وہ روزہ رمضان میں شمار ہوجائے گا ورنہ نفل ہوجائے گا۔

[1] زوال السنۃ ص ۱۷

یادرکھو! اس دن کے روزہ رکھنے کو فقہاء نے مکروہ لکھا ہے۔ البتہ خواص کے لئے جائز لکھا ہے۔ اور اس فرق کی وجہ یہ ہے کہ اگر عوام کو بھی اجازت دے دی جائے تو تھوڑے دنوں میں ایسا ہوگا کہ اگر ۳۰؍شعبان کی طرح رمضان بھی تیس دن کا ہوا اور روزہ شروع کیا تھا ۳۰؍شعبان سے جس سے ۲۹؍رمضان کو پورے ۳۰؍دن ہوجائیں گے تو عوام الناس رمضان کی ۲۹؍تاریخ پوری کر کے ۳۰؍تاریخ کو عید کرلیا کریں گے اور یہ کہیں گے کہ ہم نے تیس روزے تو رکھ لئے، اس لئے عوام کو منع کیا جاتا ہے۔ اور خواص کو اجازت ہے۔ [1]

[1] التہذیب ملحقہ فضائل صوم وصلوٰۃ ص ۵۵۴

باب۲

شب قدر

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اِنَّـا اَنْـزَلْـنَـاهُ فِـیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ وَمَا اَدْرٰکَ مَا لَیْلَةُ الْقَدْرِ ☆ لَیْلَةُ الْقَدْرِ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهَرٍ ☆ تَنَزَّلُ الْمَلٰئِکَةُ وَالرُّوْحُ فِیْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ مِن کُلِّ اَمْرٍ سَلٰم هِیَ حَتّٰی مَطْلَعِ الْفَجْرِ ۔ (پ:۳۰، قدر)

ترجمہ وتفسیر:- بے شک ہم نے قرآن کو شب قدر میں اتارا ہے، آپ کو کچھ معلوم ہے کہ شب قدر کیسی چیز ہے؟ شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے، یعنی ہزار مہینہ تک عبادت کرنے کا جس قدر ثواب ہے اس سے زیادہ شب قدر میں عبادت کرنے کا ثواب ہے۔ (کذافی الخازن)

اور وہ رات ایسی ہے کہ اس رات میں فرشتے اور روح القدس یعنی جبرئیل علیہ السلام اپنے پروردگار کے حکم سے ہر امر خیر کو لے کر زمین کی طرف اترتے ہیں اور وہ شب سراپا سلام ہے اور وہ شب طلوع فجر تک رہتی ہے یعنی یہ نہیں کہ اس شب کے کسی خاص حصہ میں یہ برکت ہو اور کسی میں نہ ہو۔

فـــائـــده :- قدر کے معنی تعظیم کے ہیں چونکہ اس شب میں عظمت اور شرف ہے اس لئے اس کو شب قدر کہتے ہیں۔

ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی اسرائیل کے بعض عابدین کا ذکر کیا جنھوں نے ہزار مہینے اور ایک روایت میں اسی برس تک عبادت کی تھی، صحابہ کو تعجب ہوا (اور رشک آیا کہ اگر ہماری عمر بھی اتنی لمبی ہوتی تو ہم عبادت کرتے) اس پر یہ سورت نازل ہوئی۔ (درمنثور) بیہقی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ شب قدر میں حضرت جبرئیل علیہ السلام فرشتوں کے ایک گروہ میں آتے ہیں اور جس شخص کو قیام وقعود (یعنی نماز) اور ذکر میں مشغول دیکھتے ہیں اس کے لیے دعائے رحمت کرتے ہیں، اور ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ سلامتی کی دعا کرتے ہیں، اسی کو قرآن نے ''سلام'' فرمایا ہے، اور امر سے یہی مراد ہے اور بعض روایات میں توبہ کا قبول ہونا اور ہر مومن پر فرشتوں کا سلام کرنا آیا ہے کذا فی الدرالمنثور[1]

شب قدر سے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات

۱:- موٴطا امام مالک کی روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے لوگوں کی عمریں دکھلائی گئیں، پس گویا آپ نے اپنی امت کو اتنے اعمال سے قاصر خیال فرمایا تو اللہ تعالی نے ایک رات یعنی لیلۃ القدر آپ کو عطا فرمائی جو ہزاروں سال سے بہتر ہے۔ (ترغیب عن الموٴطا)

۲:- حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے ایمان کے ساتھ طلب ثواب کی وجہ سے شب قدر میں قیام کیا تو بخش دیئے گئے اس کے تمام گذشتہ گناہ۔ (متفق علیہ)

---

[1] بیان القرآن سورۃ قدر پ:۳۰۔

۳:- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب شب قدر ہوتی ہے جبرئیل علیہ السلام فرشتوں کی ایک جماعت سمیت نازل ہوتے ہیں اور ہر اس شخص کے لیے دعا کرتے ہیں جو کھڑے یا بیٹھے اللہ کا ذکر کررہا ہو۔

۴:- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: لیلۃ القدر رمضان میں ہوتی ہے۔ (ابوداؤد)

۵:- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم شب قدر کو رمضان کے آخری عشرہ میں تلاش کرو۔ (بخاری)

۶:- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ تھی کہ جب رمضان کا آخری عشرہ ہوتا تو کمر باندھتے یعنی عبادت کا بہت زیادہ اہتمام فرماتے اور شب بیداری کرتے اور اپنے گھر والوں کو یعنی ازواج مطہرات کو اور صاحبزادیوں کو جگاتے۔ (متفق علیہ)

۷:- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بہت سے روزہ دار ایسے ہیں کہ ان کو روزہ سے پیاس کے سوا کچھ حاصل نہیں، اور بہت سے شب بیدار ایسے ہیں کہ ان کو جاگنے کے سوا کچھ حاصل نہیں (دارمی) یعنی جو لوگ روزہ اور شب بیداری کے حقوق ادا نہیں کرتے ان کے لیے یہ حکم ہے۔

شب قدر کی دعاء

۸:- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، اے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اگر کسی طرح مجھے شب قدر معلوم ہوجائے کہ فلاں رات میں ہے تو میں اس میں کیا کہوں (یعنی کون سی دعا پڑھوں) آپ نے ارشاد فرمایا:

اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّی. کہو۔

یعنی اے اللہ تو معاف کرنے والا ہے، معاف کرنے کو پسند کرتا ہے، پس میرے گناہ معاف فرما دے۔ (احمد وابن ماجہ)

۹:- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ رمضان میں ایک رات ایسی ہے جو ہزار ماہ سے بہتر ہے، جو اس کی خیر سے محروم رہا وہ بالکل ہی محروم رہا۔ (احمد، نسائی)

محرومی کا مطلب

سعید بن المسیب نے فرمایا کہ جو شخص شب قدر میں عشاء کی جماعت میں حاضر ہو گیا، اس نے اس میں سے حصہ پالیا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس حدیث شریف میں محروم ہونے والے سے مراد وہ شخص ہے جو اس روز عشاء کی جماعت میں بھی شامل نہ ہو[1] (جمع الفوائد)۔

فائدہ :- بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عشاء اور صبح کی نماز جماعت سے نماز پڑھ لینا بھی شب بیداری کے برابر ہے تو اس سے حرمان رفع ہو جائے گا (یعنی محرومی نہ ہو گی)۔[2]

لیلۃ القدر رمضان کے آخری عشرہ میں ہوتی ہے

کلام مجید میں ایک جگہ ارشاد فرمایا: شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْآن. یعنی ماہ رمضان جس میں قرآن مجید نازل کیا گیا ہے۔

اور دوسری جگہ ارشاد فرمایا: اِنَّا اَنْزَلْنَاهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْر .

بے شک ہم نے قرآن کو شب قدر میں اتارا ہے۔

---

[1] خطبات الاحکام ص ۱۵۱ خطبہ ۴۷۔ [2] عصم الصنوف ملحقہ فضائل صوم ص ۴۹۰۔

اور دونوں آیتوں میں نزول دفعی (یعنی پورا قرآن ایک ساتھ نازل ہوا) مراد ہے، تو اس سے معلوم ہوا کہ لیلۃ القدر رمضان ہی میں ہے، کیوں کہ اگر لیلۃ القدر رمضان کے علاوہ دوسرے مہینوں میں ہو تو قرآن پاک کی آیتوں میں تعارض لازم آئے گا، کہ ایک آیت سے تو رمضان میں اور دوسری آیت سے غیر رمضان میں قرآن نازل ہونا ثابت ہو جو کہ محال ہے۔

اور حدیثوں سے بھی شب قدر کا اخیر عشرہ میں ہونا معلوم ہوتا ہے، پس جب شب قدر میں قرآن نازل ہوا تو آخری عشرہ میں بھی اس کا نازل ہونا ثابت ہو گیا۔ اور رمضان کی فضیلت کے ساتھ عشرہ اخیرہ کی فضیلت بھی اسی آیت سے ثابت ہوگئی اور فضیلت بھی بہت بڑی کہ اس میں قرآن نازل ہوا ہے، کیوں کہ قرآن مجید ایک عظیم الشان چیز ہے، اس لیے جس زمانہ میں وہ نازل ہوگا وہ زمانہ بھی ضرور مبارک اور مشرف ہوگا اور اس فضیلت کی قدر کوئی عاشقوں کے دل سے پوچھے کہ جس زمانہ میں ان کو محبوب کے خط کی زیارت ہوتی ہے وہ زمانہ ان کے نزدیک کس قدر معزز و مشرف ہوتا ہے، قرآن شریف بھی کلام خداوندی ہے اور خدا تعالیٰ محبوب حقیقی ہے، پس وہ زمانہ کہ جس میں محبوب حقیقی کا کلام نازل ہو کیوں مبارک و مشرف نہ ہوگا۔

جمہور علماء کا مذہب یہ ہے کہ شب قدر رمضان کے اخیر عشرہ میں ہوتی ہے اور بعض علماء کا یہ مسلک ہے کہ تمام سال میں دائر سائر ہے۔

لیلۃ القدر کی پوری رات کی فضیلت ہے، یہ نہیں کہ کسی خاص ساعت کی فضیلت ہو، اگر ایسا ہوتا تو ساعت کے عنوان سے خبر دی جاتی، جیسے جمعہ میں ایک ساعت کی خبر دی گئی ہے اور لیلۃ القدر کی جہاں بھی فضیلت بیان ہوئی ہے، ''لیلۃ'' کے عنوان سے ہے جس سے مراد پوری رات ہے۔[1]

---

[1] احکام العشر الأخیرۃ ص:۳۴۸ ملحقہ فضائل صوم وصلوۃ۔

شب قدر کس تاریخ کو ہوتی ہے

آخری عشرہ کی دوسری فضیلت اس وجہ سے ہے کہ اس مین شب قدر ہے جس کی فضیلت کے لیے اللہ تعالی ارشاد فرماتے ہیں۔

وَمَا اَدْرٰکَ مَا لَیْلَۃُ الْقَدْرِ لَیْلَۃُ الْقَدْرِ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَھَر.

ترجمہ: آپ کو کچھ معلوم بھی ہے کہ شب قدر کیسی چیز ہے؟ شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔

کیوں کہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ شب قدر عشرہ اخیرہ کی طاق راتوں میں ہے ۔ ۲۱-۲۳-۲۵-۲۷-۲۹ ، اور بعض حدیثوں میں مطلق عشرہ اخیرہ بھی آیا ہے، دونوں حدیثوں کے ملانے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یا تو ایک حدیث دوسری کی تفسیر ہے اور یا اکثر تو شب قدر طاق راتوں میں ہوتی ہے، لیکن کبھی کبھی جفت راتوں میں (مثلاً ۲۲-۲۴) میں بھی ہوجاتی ہے۔ نیز بعض لوگوں کو جفت راتوں میں شب قدر ہونا مکشوف بھی ہوا ہے (یعنی کشف سے معلوم ہوا ہے)تو قوی اور تندرست لوگوں کو یہ مناسب ہے کہ وہ آخری عشرہ کی رات میں اور راتوں سے زیادہ عبادت کریں، اور کمزوروں کے لیے یہ مناسب ہے کہ وہ کم از کم طاق راتوں میں ضرور جاگ لیں ۔[۲]

شب قدر کی اہمیت وفضیلت

''شب قدر'' نہایت قابل قدر چیز ہے، اس رات کی فضیلت یہ ہے کہ تَنَزَّلُ الْمَلٰئِکَۃُ وَالرُّوْحُ فِیْھَا یعنی اس رات میں رحمت کے فرشتوں کا نزول ہوتا ہے، اور اس میں دونوں احتمال ہیں یعنی اس رات میں یا تو فضیلت اس وجہ سے آئی ہے کہ

[۱] کمالات اشرفیہ ص ۱۲۸/۶۰۰۔ [۲] احکام العشر الاخیرہ ص ۳۷۸

اس میں ملائکہ نازل ہوتے ہیں یا ملائکہ اس وجہ سے نازل ہوتے ہیں کہ اس رات میں پہلے سے فضیلت ہے، بہر حال جو بھی ہو اس سے بحث نہیں، اس رات میں فضیلت ضرور ہے۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو شخص اس رات سے محروم رہ گیا وہ بڑی نعمت سے محروم رہ گیا، یہ دن سال بھر کے بعد آتے ہیں ان کی قدر کرنا چاہئے، کیوں کہ زندگی کا کیا بھروسہ، یوں تو ہر رات میں فضیلت ہے، یہ اس لیے کہتا ہوں کہ اگر کسی سے یہ رات فوت ہو جائے تو کسی اور ہی رات میں کچھ کرلے، گو وہ ویسی تو نہ ہوگی مگر کام بن جائے گا۔

شب قدر کی جستجو

لیلۃ القدر ان ہی (دس) راتوں میں سے کسی رات میں ہوگی، تو جو شخص ان راتوں کی قدر کرلے گا وہ لیلۃ القدر ضرور پالے گا، جو بے قدری کر کے غفلت کی نیند سوئے گا وہ لیلۃ القدر سے محروم رہے گا۔

بوستاں میں ایک حکایت لکھی ہے کہ کسی شہزادے کا ایک ہیرا رات کے وقت گر گیا تھا، اس نے حکم دیا کہ اس مقام کی تمام کنکریاں جمع کریں، لوگوں نے اس کی وجہ پوچھی تو اس نے کہا کہ اگر کنکریاں چھانٹ کر جمع کی جاتیں تو ممکن تھا کہ ان میں ہیرا نہ آتا اور جب ساری کنکریاں اٹھالی گئیں تو ان میں ہیرا ضرور آ گیا ہے۔

لیکن خیر ایسے باہمت تو اس وقت کہاں ہیں کہ وہ اس گوہر کی تلاش میں سال بھر شب بیداری کریں، مگر رمضان کے اخیر عشرہ میں تو ضرور بیدار رہنا اور عبادت کرنا چاہئے، کیوں کہ ان راتوں میں شب قدر کے ہونے کا ظن غالب ہے اور اگر کوئی شخص نہایت ہی کمزور اور کم ہمت ہو تو خیر وہ کم از کم ستائیسویں

رات کو تو ضرور ہی جاگ لے کہ وہ رات اکثر شب قدر کی ہوتی ہے۔[۱]

شب قدر کو طاق راتوں میں تلاش کرو

اس مہینہ کے اخیر عشرہ میں شب قدر بھی ہے، حدیث شریف میں آیا ہے اِلْتَمِسُوْا فِیْ الْوِتْرِ مِنَ الْعَشَرِ الاوَاخِرِ یعنی شب قدر کو طاق راتوں میں تلاش کرو، اور طاق راتیں کون سی ہیں، اکیسویں شب، تئیسویں شب، پچیسویں شب، ستائیویں شب، انتیسویں شب، اور اکیسویں شب کون سی ہے، بیسواں روزہ گذر کر جو رات آئے گی وہ ہے اکیسویں شب، شریعت میں تاریخ رات سے شروع ہوتی ہے اور رات پہلے ہوتی ہے، دن بعد میں ہوتا ہے، اس لیے اکیسویں تاریخ سے پہلے جو رات آئے گی وہ اکیسویں شب ہوگی، جب چاند دیکھتے ہو تو پہلی رات اس مہینہ کی وہی ہوتی ہے جس میں چاند دیکھا ہے، اس کی صبح کو مہینہ کا پہلا دن ہوتا ہے، جیسے حکماء کے نزدیک طلوع آفتاب سے تاریخ شروع ہوتی ہے اور ان نئے حکماء کے یہاں نصف شب (رات کو بارہ بجے) سے شرع ہوتی ہے۔

بہر حال اکیسویں شب وہ ہے جو بیسواں دن گذار کر آئے، اسی طرح اور راتیں، یہ پانچ راتیں ہیں جن میں شب قدر کا احتمال ہے۔[۲]

حق تعالیٰ کی عنایت اور عجیب حکمت

شریعت نے ہماری راحت کی کس قدر رعایت کی ہے کہ لیالی قدر (یعنی شب قدر کے مواقع) پے در پے (مسلسل اور لگا تار) نہیں ہیں، بلکہ طاق راتیں

---

[۱] روح الجوارص ۲۸۳۔ [۱۲] احکام العشر الاخیرہ ص ۳۷۹۔ [۲] روح الجوارص ۲۸۱ ملحقہ برکات رمضان۔

ہیں یعنی ۲۱-۲۳-۲۵-۲۷-اور ۲۹ ویں راتیں، بیچ میں ایک ایک رات کا فصل رکھا گیا ہے تا کہ ایک رات زیادہ جاگ کر بیچ کی رات میں سولو۔[۱]

سبحان اللہ! اس میں عجیب حکمت ہے کہ شب قدر کی تاریخ متعین نہیں کی کیوں کہ مقصود تو پانچ راتوں میں جگانا ہے، پھر سبحان اللہ اس میں یہ کیسا اعتدال ہے کہ متواتر پانچ راتوں میں نہیں جگایا، ایک رات جگایا اور ایک رات سلایا اور پھر اس سونے میں بھی ثواب جاگنے ہی کا دیا اور یہ بات میں اپنی طرف سے گھڑ کر نہیں کہتا، حدیث سے ثابت ہے، حدیث شریف میں ہے کہ اگر کوئی شخص اللہ کی راہ میں گھوڑا پالے تو اس کی لید، اس کا پیشاب سب وزن ہو کر اس کو نیکیاں ملیں گی، کوئی یہ شبہ نہ کرے کہ میزان میں لید رکھ دی جائے گی، میزان میں لید کے وزن کی کوئی چیز رکھ دی جائے گی، تو جب اس کے گھوڑے کی لید اور پیشاب میں بھی ثواب ہے کیونکہ وہ گھوڑا ثواب کا ذریعہ تھا حالانکہ اس کے ارادہ سے ہوا۔ تو یہاں یہ سونا بھی جب جاگنے کا ذریعہ ہے اور وہ ذریعہ ہے عبادت کا تو اسی عبادت کے ارادہ سے اس میں کیوں ثواب نہ ملے گا۔[۲]

شب قدر کی علامت

شب قدر میں حق تعالیٰ شانہ کی تجلی ہوتی ہے اور گو ہمیں ان تجلیات کا دکھائی دینا (اور محسوس ہونا) ضروری نہیں مگر اس کی پہچان اس سے ہوتی ہے کہ اس رات میں اور دوسری راتوں میں یہ فرق ہوتا ہے کہ اس رات میں دوسری راتوں کی بہ نسبت عبادت میں زیادہ جی لگتا ہے، قلب کو غفلت نہیں ہوتی۔[۳]

---

[۱] تقلیل المنام بصورۃ القیام ص ۶۴۔ [۲] روح الجوار ص ۲۸۱۔

[۳] روح الجوار ملحقہ برکات رمضان ص ۲۸۲۔

شب قدر میں کیا ہر چیز سجدہ ریز ہوتی ہے؟

ایک صاحب نے عرض کیا کہ یہ مشہور ہے کہ اس شب میں یعنی لیلۃ القدر میں سب چیزیں سجدہ میں ہوتی ہیں کیا یہ سچ ہے؟ فرمایا کہ کبھی ایسی حالت کسی کو مکشوف ہوجانا بعید نہیں، چنانچہ ایک مرتبہ ہماری پھوپھی صاحبہ نے ایک بار درودیوار گرا ہوا دیکھ کر شور وغل مچایا، بعد میں معلوم ہوا کہ شب قدر مکشوف ہوئی تھی، یا روشنی کا پھیلنا یہ بھی کبھی ہوجاتا ہے، مگر ضروری نہیں جیسا کہ مشہور ہے۔

البتہ یہ بات دائمی ہے کہ اس شب میں قلب کے اندر ایک سرور اور عبادت میں دل لگنا پایا جاتا ہے، اس حالت میں کہ جب چیزوں کا گرا ہوا ہونا یا انوار کا پھیلنا مشاہد ہو (یعنی کسی کو نظر آئے) تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس رات کو جس میں یہ ہوا دوسری راتوں پر جس میں یہ نہ ہو کچھ فضیلت ہو، ہاں البتہ اس حال میں دل لگنے کی حالت زیادہ ہوگی، اور قلبی توجہ میں اضافہ ضرور ہوگا۔[1]

لیلۃ القدر میں بھی جو محروم رہا وہ بالکل محروم ہی ہے

صاحبو! یہ ایسی برکت اور خیر کی چیز ہے کہ اس سے محروم ہوجانا گویا تمام خیر سے محروم ہوجانا ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔

من حرم لیلۃ القدر فقد حرم الخیر کلہ (جو شخص لیلۃ القدر سے محروم رہا وہ بہت بڑی بھلائی سے محروم ہوگیا) لیکن اس میں بعض لوگ یہ سمجھے ہوئے ہیں کہ اگر جاگا جائے تو پوری رات جاگا جائے اور اگر پوری رات نہ جاگا جائے تو کچھ فائدہ نہ ہوگا، یہ خیال بالکل غلط ہے اگر رات کے اکثر حصہ میں بھی جاگ لے تب بھی لیلۃ القدر کی فضیلت حاصل ہوجاتی ہے اور میں کہتا ہوں کہ اگر

[1] الات حکمت ص ١٦١ و ٦٤

ساری رات بھی جاگ لیا جائے تو کیا مشکل ہے۔ صاحبو! رمضان شریف سال بھر کے بعد آتے ہیں، آپ کو معلوم ہوگا کہ پچھلے سال رمضان میں بہت سے لوگ ایسے تھے کہ وہ اس وقت دنیا میں نہیں رہے، ہم کو کیا خبر ہے کہ آئندہ رمضان تک کس کس کی باری ہے، اس لیے اگر اتنی بڑی نعمت حاصل کرنے کے لیے کوئی ایک دو رات جاگ ہی لے تو اس میں کیا دقت کی بات ہے۔[1]

شب قدر میں جاگنے کا طریقہ

شب قدر میں جاگنا چاہئے اور خدا کی عبادت کرنا چاہئے، ان راتوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کی دوسری راتوں کے مقابلہ میں زیادہ جاگنے کا اہتمام فرمایا، اور آپ ان راتوں میں ازواج مطہرات (اپنی بیویوں) کو بھی اہتمام سے جگاتے تھے۔

اور شب قدر میں کوئی ساری رات جاگنا ضروری نہیں، جس سے جتنا ہو سکے جاگے، ہاں یہ ضرور ہے کہ عبادت سے کسی قدر زائد ہو جائے۔[2]

بہر حال یہ وقت بڑا عزیز ہے، بڑے فیوض و برکات کا وقت ہے، اس میں جہاں تک ہو سکے اعتکاف کرو، اور اگر یہ نہ ہو سکے تو ان پانچوں راتوں ہی میں جاگ لو، اگر پوری رات نہ جاگ سکو تو بعض حصہ میں جاگ لو، بعض کے بھی بعض حصہ میں جاگ لو تب بھی کافی ہے۔[3]

اگر ساری رات نہ جاگ سکے اور نیند کا غلبہ ہو اور اکثر حصہ جاگ لے تب بھی شب قدر کی فضیلت ملے گی۔ (مثلث رمضان ص ٢٤)۔

لیلۃ القدر کی پوری رات میں فضیلت ہے اور رات کے اکثر حصہ عبادت

---

[1] احکام العشر الاخیرۃ ص ١٣٧٨۔ [2] روح الجوارص ٢٨٢ تقلیل المنام ص ٦٥ [3] روح الجوارص ٢٨٣۔

کرنے سے پوری رات کا ثواب ملتا ہے۔[۱]

اگر پوری رات جاگنے کی ہمت نہ ہو تو رات کے اکثر حصہ میں جاگنے کو تو چھوڑنا ہی نہ چاہئے، اور بہتر یہ ہے کہ یہ اکثر حصہ اخیر رات کا تجویز کیا جائے، کیوں کہ اول تو اس وقت معدہ خالی ہو جاتا ہے، عبادت اور دعاء میں خوب جی لگتا ہے۔ دوسرے حدیث میں آیا ہے کہ خدا تعالیٰ اخیر رات میں روزانہ اپنے بندوں کے حال پر خاص رحمت متوجہ فرماتے ہیں، اس کے علاوہ اخیر رات میں ویسے بھی سکون ہوتا ہے اور اس میں ہر رات شریک ہے۔[۲]

شب قدر میں کون سی عبادت کرنی چاہئے

شب قدر میں کیا پڑھنا چاہئے؟ ایسے مواقع پر سلف میں تین چیزیں معمول میں تھیں، اب لوگوں نے دو کو حذف کر کے ایک پر اکتفا کر لیا وہ تین چیزیں یہ تھیں۔(۱) ذکر (۲) تلاوت قرآن (۳) نوافل۔

اس میں سے عابدین نے نفل نماز اور تلاوت قرآن کو حذف کر دیا، یعنی اس میں مشغولی بہت کم ہے، بس زیادہ تر (ذکر کرتے ہیں، تسبیحات پڑھتے ہیں)ضربیں لگاتے ہیں، اور اتفاق سے مجھ کو یہ تینوں چیزیں ایک آیت میں جمع مل گئی: اُتْلُ مَا اُوْحِیَ اِلَیْکَ مِنَ الْکِتَابِ وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْکَرِ وَلَذِکْرُ اللّٰہِ اَکْبَر۔[۳] (عنکبوت)

ترجمہ:- جو کتاب آپ پر وحی کی گئی ہے آپ اس کو پڑھا کیجئے اور نماز کی پابندی رکھئے، بیشک نماز اپنی وضع کے اعتبار سے بے حیائی اور ناشائستہ کاموں سے روک ٹوک کرتی رہتی ہے اور اللہ کی یاد بہت بڑی چیز ہے۔ (بیان القرآن)

---

[۱] مقالات حکمت ص ۱۶۱۔ [۲] احکام العشرۃ الاخیرۃ ص ۳۷۹۔ [۳] اصلاح الرسوم ص ۱۲۹ شب مبارک ص ۴۳۔

شب بیداری کے لیے جمع ہونے کا اہتمام منع ہے

بعض جگہ شب قدر میں لوگ جمع ہوکر شب بیداری کا خاص اہتمام کرتے ہیں اس کا مکروہ ہونا فصل سوم میں بیان ہو چکا، اتفاق سے اگر دو چار آدمی جمع ہو جائیں وہ اور بات ہے، غرض اپنے طور پر ہر شخص اپنی ہمت کے مطابق عبادت میں مشغول رہے، (جمع ہونے کا) خاص اہتمام اور انتظام شریعت کے خلاف ہے۔[1]

بعض لوگ شب بیداری کے لیے فرائض سے زیادہ اس میں لوگوں کو جمع کرنے کا اہتمام کرتے ہیں، ہر چند کہ اجتماع سے (یعنی ایک ساتھ جمع ہوکر شب بیداری سہل تو ہو جاتی ہے، مگر نفل عبادت کے لیے لوگوں کے ایسے اہتمام سے بلانا اور جمع کرنا یہ خود شریعت کے خلاف ہے، البتہ اتفاقاً اگر کچھ لوگ جمع ہو گئے ہوں تو اس کا مضائقہ نہیں۔ بہتر یہ ہے کہ گھر کے لوگ جمع ہوکر عبادت کریں۔[2]

شرعی دلیل

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کسی ختنہ میں بلائے گئے، تو آپؓ نے فرمایا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں ہم لوگ ختنہ میں نہیں جاتے تھے اور نہ اس کے لیے بلائے جاتے تھے۔ (روایت کیا اس کو احمد نے)

اس سے معلوم ہوا کہ جس کام کے لیے لوگوں کو بلانا سنت سے ثابت نہیں اس کے لیے بلانے کو صحابی نے ناپسند فرمایا اور جانے سے انکار کیا، اور وجہ اس کی یہ ہے کہ بلانا اہتمام کی دلیل ہے، تو شریعت نے جس امر کا اتنا اہتمام نہیں کیا اور بلانے کی

[1] اصلاح الرسوم فصل پنجم ص ۱۵۲۔ [2] اصلاح الرسوم ص ۱۲۹ شب مبارک ص ۴۳۔

ترغیب نہیں دی اس کا اہتمام کرنا دین میں نئی بات ایجاد کرنا ہے، اسی وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ نے لوگوں کو جب مسجد میں چاشت کی نماز کے لیے جمع دیکھا تو براہ انکار اس کو بدعت فرمایا، اوراسی بناء پر فقہاء نے نفل جماعت کو مکروہ کہا ہے۔[1]

شب قدر کے گمان سے شب بیداری کی تو انشاء اللہ شب قدر ہی کا ثواب ملے گا

میں کہتا ہوں کہ اگر اتفاق سے وہ رات شب قدر نہ بھی ہو جس رات کو تم نے شب قدر گمان کر کے اس میں عبادت کی ہے، تو انشاء اللہ تم کو شب قدر ہی کا ثواب عطا ہوگا، اور یہ کوئی گھڑی ہوئی بات نہیں ہے، حدیث شریف میں اس کی اصل موجود ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ (کہ اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہوتا ہے)۔ ممکن ہے کہ اس قاعدہ سے کسی کو اطمینان نہ ہو تو دوسری حدیث شریف موجود ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

اَلصَّوْمُ یَوْمَ تَصُوْمُوْنَ وَالْفِطْرُ یَوْمَ تُفْطِرُوْنَ وَالاَضْحٰی یَوْمَ تَضحَوْنَ.

جس کے معنی یہ ہیں کہ اگر ایک شخص نے نہایت کوشش سے رمضان کے چاند کی تحقیق کی اور اس تحقیق کی بنا پر روزے رکھنے شروع کر دیئے پھر ختم رمضان پر عید کے چاند کی اسی طرح چھان بین کی اور اس کی بنا پر عید کر لی، اسی طرح عید الاضحیٰ میں کیا اور چند دنوں کے بعد معلوم ہوا کہ تینوں تحقیق کے خلاف واقع ہوئیں تو اس صورت میں دل شکستہ (اور رنجیدہ) نہ ہونا چاہئے، بلکہ جس دن روزہ رکھا اللہ کے نزدیک قبول ہونے کے اعتبار سے وہی دن روزہ کا تھا،

[1] صلاح الرسوم ص ۱۰۷۔

اور جس دن عید کی وہی دن عید کا تھا، یعنی روزہ اور عید دونوں مقبول ہیں۔

پس اسی طرح میں کہتا ہوں کہ اگر شب قدر کی نیت سے عبادت کی ہے اور اتفاق سے وہ شب قدر نہ ہوئی تو ثواب تو شب قدر کامل جائے گا۔

صاحبو! اس تقریر کے بعد تو بہت ہی آسان معاملہ ہوگیا، اب بھی اگر ہمت نہ کی جائے تو غضب کی بات ہے۔[۱]

حق تعالیٰ کی عنایت

فرمایا! میں نے تو اپنے جیسے کم ہمتوں کے لیے ڈھونڈ، ڈھانڈ کر حضرت سعید بن المسیب تابعی کا ایک قول نکالا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ عشاء کی نماز جماعت سے پڑھنے پر شب قدر کی فضیلت میسر ہو جاتی ہے۔[۲]

(مالک انه بلغه ان سعید بن المسیب کان یقول من شهد العشاء من لیلة القدر فقد اخذ بحظه منها. (موطا مالک قبیل ذکر).[۳]

جو لوگ رمضان کی راتوں میں شب قدر میں نہیں جاگ سکے ان کے لیے ضروری مضمون

جو لوگ شب قدر کو پا چکے ہیں، ان کے لیے تو بشارت (یعنی خوش خبری) ہے اور جو لوگ محروم رہے وہ آئندہ اس مضمون کو یاد رکھیں اگر خدا تعالیٰ پھر رمضان تک پہنچا دیں تو اس میں شب قدر کی عبادت کا اہتمام کریں، یہ میں نے اس لیے کہہ دیا کہ شاید کسی کو یہ شبہ ہو کہ اب تو شب قدر کا وقت گذر چکا ہے،

---

[۱] احکام العشرۃ الاخیرہ ملحقہ فضائل صوم وصلوۃ ص ۳۸۰۔ [۲] افاضات الیومیہ ملفوظ ۴۸۱۔
[۳] اوجز المسالک ۳/ ۱۱۰۔

اب اس مضمون کے بیان کرنے کی کیا ضرورت ہے تو میں نے بتلادیا کہ آئندہ کے لیے اس کو یاد رکھا جائے۔

اور صاحب! اگر مسلمان خدا تعالیٰ سے اپنا تعلق درست کرلے تو اس کے لیے وہی رات لیلۃ القدر ہے جس میں اس کا تعلق خدا تعالیٰ سے درست ہوجائے۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں جو شخص شب قدر میں مردود تھا مگر آج کی رات مقبول ہوگیا تو اس کے لیے یہی رات لیلۃ القدر ہے، بلکہ اس کے حق میں اس سے بھی بہتر ہے، پس اگر شب قدر گذر گئی تو اس کا غم نہ کرو خدا تعالیٰ سے تعلق جوڑنے کی فکر کرو، جب خدا سے تعلق جوڑلوگے تو وہ تمہارے واسطے رمضان کی اخیر رات کو بھی شب قدر کرسکتے ہیں [1]

اختلاف مطالع کی وجہ سے شب قدر ہر جگہ کی علیحدہ علیحدہ ہوتی ہے

اگر کسی کو شبہ ہو کہ شب قدر تو ایک مرتبہ ہوتی ہے اور ایک ہی ہوتی ہے اور اوقات میں تفاوت ہے مثلاً کہیں آفتاب ایک گھنٹہ پہلے ہوتا ہے کہیں دو گھنٹہ پہلے حتیٰ کہ چھ چھ گھنٹہ کا بلکہ اس سے زیادہ فرق ہوجاتا ہے تو اس حالت میں بعض جگہ رات ہوگی اور بعض جگہ دن اور شب قدر رات کے ساتھ مخصوص ہے اور ایک ہی ہے تو جہاں رات ہے وہاں تو شب قدر ہوجائے گی اور جہاں دن ہے وہاں ہو ہی نہیں سکتی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس کا وقت ہر جگہ کے لیے جدا جدا ہے مثلاً عدالت کھلنے کا وقت دس بجے ہے تو ہر جگہ کے دس بجے وہاں کی عدالت کھلے گی، کلکتہ میں وہاں کے وقت سے اور لندن میں وہاں کے وقت سے [2]

---

[1] النسوان فی رمضان فضائل صوم وصلوۃ ص ۲۴۶۔ [2] الوقت ملحقہ حقوق وفرائض ص ۴۷۸